علماء پنجاب کی تفسیری خدمات
(عربی زبان میں)

(۱)

ڈاکٹر محمد طفیل

تفسیر عربی زبان کا لفظ ہے ۔ جس کا مادہ ف ۔ س ۔ ر فسر ہے اور جس کے معنی کھول کر بیان کرنے کے ہوتے ہیں چنانچہ لسان العرب میں ہے ۔

„ **التفسیر** کشف المراد من اللفظ المشکل » (۱)۔

اس علم کو „ تفسیر » اس لئے کہتے ہیں که اس میں متکلم کا مدعا اس طرح کھول کر بیان کیا جاتا ہے که اس میں شک و شبه کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہوتی اس علم کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے ۔

„ علم تفسیر وہ علم ہے جس میں احوال قرآن ، من حیث القرآن، بیان کئے جاتے ہیں اور بقدر طاقت بشریه جو کچھ خدائے پاک کی مراد ہے الفاظ کے ذریعے ظاہر کی جاتی ہے (۲) » ۔

اس علم کا موضوع قرآن مجید ہے اور اس علم کا مقصد معانی و مطالب قرآن کا سمجھنا اور منشائے الٰہی کا جاننا ہے ۔

علماء نے روایتی انداز میں قرآن مجید کی تفاسیر لکھنے کے علاوہ ، قرآن کے علوم و معارف پر مختلف انداز سے ضخیم اور

مختصر کتابیں لکھیں ، نیز قرآن فہمی کی خاطر بہت سے علوم ایجاد کئے جن کے ذریعے قرآن کے معانی و مطالب کی صحیح سمجھ غیر عربی دان حضرات کے لئے نہ صرف ممکن ہو گئی بلکہ کافی حد تک سہل بھی ہو گئی ۔ مثلاً قرأت و تجوید ، معانی ، بلاغت ، بیان ، صرف و نحو ، خطاطی ، لغت نویسی وغیرہ وغیرہ۔ان سب علوم میں بھی مسلمانوں نے بلند پایہ خدمات سرانجام دی ہیں ۔ پنجاب کے علماء نے بھی ان علوم میں اپنا حصہ شامل کیا ہے ۔

قرآن حکیم کی تفسیر و تشریح کا رواج زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں شروع ہو گیا تھا ۔ اور بہت سے صحابہ کرام سے تفسیری روایات مروی ہیں چنانچہ احادیث کی قریباً سب معتبر کتابوں میں تفسیر قرآن کا باب ملتا ہے ۔ تاہم کتابی شکل میں مدون حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر „ تنویر المقیاس » کو اولین تفسیر ہونے کا درجہ حاصل ہے ۔

ان کے بعد سے آج تک ہر مکتب فکر کے علماء نے ہر عہد میں ، دنیا کی ہر زندہ زبان میں قرآن حکیم کی تفسیر لکھی ہے ۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا ۔ ہمارے زیر نظر مختصر باب کا موضوع پنجاب کے علماء کی عربی زبان میں تفسیری خدمات کی نشاندہی کرنا ہے پنجاب کے علماء نے اس میدان میں گراں قدر حصہ ڈالا اس لئے آئندہ صفحات میں خطۂ پنجاب کے مفسرین کی عربی تفسیروں کا ذکر کیا جائے گا ۔ ایسا کرتے وقت ترتیب زمانی کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور ہر اس عالم دین اور مفسر قرآن کا تعارف کرایا گیا ہے جس نے علوم قرآن یا تفسیر کے بارے میں کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہو ۔

عربی زبان کی اھمیت اور اسلامی علوم میں اس کی افادیت ھمیشہ سے مسلم رھی ھے ۔ مذھبی تقدس کے ساتھ اسے علمی تفوق بھی حاصل رھا نیز دنیا کے تمام مسلمانوں کے مابین یہ رابطہ کی واحد زبان رھی اور اس زبان میں جو کچھ لکھا جاتا اس کی اشاعت سارے مسلمان ملکوں اور آبادیوں میں ھوتی تھی اس لئے جو اھل علم عربی زبان میں تصنیف و تالیف کی صلاحیت رکھتے تھے وہ اسی زبان میں کتابیں لکھتے تھے تاکہ اپنی تصانیف کو علاقائی حد بندیوں سے نکال کر پورے عالم اسلام کے سامنے پیش کر سکیں ۔

عقلی و نقلی علوم کے ساتھ ساتھ تفسیری ادب میں بھی اچھی خاصی تعداد میں کتابیں عربی زبان میں لکھی گئیں-یہ تفسیری ادب مختلف نقطہ ھائے نظر کے تحت وجود میں آیا-بعض نے احکام کے استنباط کا خیال رکھا اور ایسی تفاسیر فقھی انداز کی تفسیریں کھلائیں ۔ بعض نے ادبی پہلوؤں پر زور دیا جبکہ کسی نے روایات سلف کو جمع کرنے کی کوشش کی اور کسی گروہ نے تصوف کے نکات کو واضح کرنا اپنا معیار بنایا اور ایسی تفسیریں «صوفیانہ تفسیر » سے موسوم ھوئیں ۔

برصغیر کے تاریخی خطہ پنجاب میں یہ فن کب آیا ؟ سب سے پہلے کس نے اس خطہ میں تفسیر قرآن لکھی؟ اس کی صحیح تعیین کرنا کافی مشکل ھے کیونکہ اس خطہ کے مسلمانوں کی ابھی تک کوئی ایسی تاریخ مرتب نہیں ھو سکی جس میں اس امر کی نشاندھی کی جا سکے کہ سب سے پہلے کون سے مفسر اس خطہ میں آئے اور تفسیری خدمات انجام دیں اور ایسا کوئی تذکرہ بھی میسر نہیں ھے جس میں ترتیب زمانی سے علماء اور ان کی

تصانیف کا جائزہ پیش کیا گیا ہو۔ جو تذکرے معروف اور میسر ھیں ، وہ بھی اس نوعیت کی معلومات اور تفصیلات مہیا کرنے سے قاصر ھیں ۔

تاھم اتنا معلوم ہو سکا ھے کہ پنجاب میں سب سے پہلے مفسر شیخ اسماعیل لاھوری تھے جو ۴۹۳ میں ہندوستان آئے (۳)۔ انھوں نے پنجاب کے علمی مرکز لاھور میں آنے کے بعد یہاں درس قرآن و تفسیر کا سلسلہ شــروع کیا ۔ ان کے درس و تدریس اور تفسیر قرآن کا تمام تر سلسلہ زبانی تھا انھوں نے اس مــوضــوع پر کوئی باقاعدہ تصنیفی کام نہیں کیا ، اور غالباً ان کے تلامذہ میں سے بھی کسی نے ان کے تدریسی نوٹ مدون نہیں کئے ۔ کیونکہ ان کی کسی تصنیفی یادگار کا علم نہیں ہو سکا حتی کہ وہ لاھور ھی میں ۴۴۸ ھ / ۱۰۵٦ء ، میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے (۴)۔

پنجاب میں لکھی گئیں تفسیروں کا جب بھی ذکر کیا جاتا ھے ۔ تو عام لوگوں کا خیال ھوتا ھے کہ ایسی تفسیروں کی تعداد برائے نام ھی ھو گی اور انھیں عربی ادب میں کوئی مقام حاصل نہیں ھو گا ۔ حالانکہ ایسا نہیں ھے ۔ پنجاب اس میدان میں کسی بھی خطے سے پیچھے نہیں رہا ۔ اور اس کام کو متعارف کرانے کے سلسلے میں کچھ کام ھوا بھی ھے جس کے لئے ڈاکٹر زبید احمد کی ابتدائی کوشش Contribution of India to Arabic literature خاص طور سے قابل ذکر ھے ۔ اس کتاب میں ایک باب برصغیر کے تفسیری ادب کے لئے مختص ھے ۔ اس باب میں بشمول پنجاب برصغیر کی ۸۴ کتابوں کا ذکر ملتا ھے جن کا عــلوم قرآن اور تفسیر سے تعلق ھے۔ ھــماری فہرست اس سے مختلف ھے کیونکہ ھم نے نسبتاً

چھوٹے خطے پر کام کیا ھے اور اپنے مقالے کو خطۂ پنجاب تک محدود رکھا ھے ۔ تاھم ھمارا خیال ھے کـــه یه فہرست اور بھی طویل ھو جاتی اگر برصغیر کے بہت سے ذاتی کتب خانوں اور شخصی نسخوں تک ہماری رسائی ممکن ھوتی ۔ یه بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ھے که بہت سے لوگوں نے قرآن حکیم کی تفسیریں لکھی ہوں گی مگر افسوس که وہ اھل علم تک نه پہنچ سکیں ۔

مختلف ذرائع سے جس صاحب تصنیف مفـــسر کا پته چلتا ھے که انھوں نے پنجاب میں پہلی تفسیر عربی زبان میں لکھی وہ ابو بکر اسحاق بن تاج الدین (م ۷۳۶ ھـ) ھیں آپ حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور ابن التاج کے نام سے مشہور ھیں (۵) ۔ انھوں نے قرآن حـــکیم کی ایک تفسیر لکھی تھی جس کا نام „ جواھر القرآن “ رکھا تھا ۔ بعـد میں انھوں نے خود ھی اپنی کتاب کا خلاصه تیار کیا اور اس کا نام „ خلاصه جواھر القرآن فی بیان القرآن “ رکھا ، اصل کتاب کا تو پته نہیں چلتا البته خلاصه کا ایک نسخه برلن کے کتب خانه (۶) میں محفوظ ھے ۔

اس سلسلے میں دوسرا بڑا نام امیر کبیر سید علی ھمدانی کا ھے ۔ ان کی پیدائش ھمـــدان میں ھوئی اور ۷۸۱ ھـ میں اس وقت کے پنجاب اور آج کے کشمیر میں آ کـــر قیام پذیر ھوئے اور کشمیری کہلائے ۔ ان کا انتقال ۷۸۶ ھ (۷) میں ھوا ۔ انھوں نے علم ناسخ و منسوخ کے بارے میں بھی ایک „ رساله “ تصنیف کیا تھا جس کا قلمی نسخه انڈیا آفس لائبریری کے علاوہ کہیں نہیں ملتا ھے (۸) ۔

فیضی (م ۱۰۰۴ ھـ) کی „سواطع الالھام“ کو پنجاب کی تفاسیری تصانیف کا ذکر کرتے ھوئے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا

سکتا ۔ عرب و عجم ہر جگہ اس کا چرچا رہا ہے اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ پوری تفسیر صنعت مہملہ یعنی بےنقط الفاظ میں لکھی گئی ہے ۔ جس سے فیضی کی عربی زبان پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔اس صنعت مہملہ کی وجہ سے تفسیر خاصی مشکل اور مبہم ہو گئی ہے لیکن پھر بھی یہ ایک منفرد نوعیت کا کام ہے ۔

پنجاب کی عربی تفسیروں میں سے ایک عجیب و غریب تفسیر حاجی عبدالوھاب بخاری (۹۳۲ھ) کی ہے اس میں قرآن کریم کی تمام آیات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت قرار دیا گیا ہے ۔ اور پوری تفسیر اسی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے ۔ اخبار الاخیار میں اس تفسیر کے بعض حصے نقل ہوئے ہیں ۔ تفسیر البیضاوی اس خطہ کے درسی نصاب میں شامل رہی اس لئے اس کے بہت سے حواشی لکھے گئے ہیں جن میں ملا عبدالسلام (۱۰۳۷ھ کا حاشیہ اور عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ) کا حاشیہ بہت اہم اور مفید ہیں ۔ عبداللہ بن عبدالحکیم اللبیب (م ۱۰۹۳ ھ) کی تفسیر سورۃ الفاتحہ بھی عالمانہ ہے ۔

آخری دور میں پانی پت کے مشہور مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ ھ) کی تفسیر المظہری بہت بلند پایہ تصنیف ہے ان کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ ھ) نے"تفسیر القرآن بکلام الرحمن " کے نام سے قرآن کی قرآن سے تفسیر لکھ کر پنجاب کے مفسرین میں بلند مقام پایا ۔

ابن التاج (م ۷۳۶ ھ)

جواہر القرآن ۔

ابو بکر اسحاق بن تاج الدین الملتانی الحنفی (م ۷۳۶/

۱۳۳۵) اپنی کنیت ,, ابن التاج ،، سے معروف ھیں اگرچہ ان کے حالات زندگی معــلوم نہیں ھو سکے تاھم ان کی تالیفات میں سے کچھ ھم تک پہنچی ھیں جن کے قلمی نسخوں کی نشاندھی آلورت (۹) (Ahlrarrt) نے اپنی فہرست میں کی ھے ۔

جیسا کہ پہلے ذکر ھوا فاضل مصنف نے ,, جواھر القرآن ،، کے نام سے ایک تفسیر لکھی تھی جو اب ناپید ھے پھر انھوں نے اپنی تفسیر کا ایک خلاصہ لکھا یہ ,, خلاصہ جواھر القــرآن فی بیــان معــانـی القــرآن ،، محفوظ ھے ۔ پنجاب کے علماء نے تفسیر القرآن کا غالباً یہ پہلا خلاصہ تیار کیا ۔ اس کتاب کی زبان عربی ھے لیـکن بعض مقامات پر الفاظ کی تشریح فارسی میں بھی کر دی گئی ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ سٹوری نے اس کتاب کو اپنی فہرست میں فارسی کتب میں شامل کیا ھے ۔ چنانچہ ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ھیں ۔

Mr Storay has included this work in the Quranic Section of its Parsian Literature simply because the author has given the Persian meanings of some Quranic words. It is really an Arabic work in which Arabic has been used as the medium of expression throughout. Only the meanings of some words have also been given in Persian.

ابن التاج نے اس کتاب کے مقدمے میں اپنی ایک اور تصنیف کا بھی ذکر کیا ھے جس کا نام ,, جواھر القرآن ،، بتایا ھے لیکن اب یہ ناپید ھے (۱۰)۔

شیخ ابو بکر ابن التاج البکری الملتانی کی نادر کتاب خلاصــہ جواھر القرآن فی بیان معانی القرآن زیادہ تر امام غزالی کی کتاب ,, جواھر القرآن ،، کے مواد پر مبنی ھے ۔ کتاب میں قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ھے ۔

فاضل مصنف نے عربی میں تشریح کرنے کے علاوہ بعض مفردات

قرآن کے معانی فارسی زبان میں بھی بیان کئے ھیں۔تاکہ اس دور کے فارسی دان اھل عـلم بھی اس کتاب سے اسـتفادہ کر سکیں ۔ مصنف نے معانی الفاظ کے علاوہ فضائل آیات پر بھی گفتگو کی ھے مثلاً بسملہ کی فضیلت بیان کرتے ھوئے یہ حدیث نقل کی ھے ۔

«من قال بسم اللہ الرحمن الرحیم مرۃ لم یـبق من ذنوبہ ذرۃ»۔ اس کتاب کے علاوہ ابن التاج کی درج ذیل تصانیف کا پتہ چلتا ھے ۔

١) خلاصہ الاحکام لبشرائط الاسلام

٢) الحج و مناسکہ (فقہ میں) بعض کے نزدیک یہ کتاب علم کلام میں ھے ۔

٣) نسبۃ خرقۃ التصوف (تصوف میں)

٤) ذکر الذکر الاکبر (تصوف میں)

٥) مطالب المومنین . اس کا اختصار جامعہ پنجاب میں محفوظ ھے ۔

وہ فقہی مسلک میں حنفی تھے جس سے اندازہ ھوتـا ھے کہ برصغیر میں قرآنی علوم کو متعارف کرانے کے ساتھ فقہ حنفـی کو رواج دینے میں بھی ان کا خاصا حصہ ھے ان کا تصوف میں بھی بلند مقام ھے ۔

عمر رضا کحالہ نے بھی انھیں مفسر کے ساتھ ساتھ فقیہ قرار دیا ھے [١١]۔

شیخ حاجی عبدالوھاب بخاری (م ٩٣٢ ھـ)

تفسیر القرآن ۔

شیخ جلال الدین بخـاری کی اولاد میں سے تھے ان کا پورا

خاندان بزرگوں اور عـــلماء کا تھا ـ ان کی ولادت ۸٦۹ ھـ میں فاطمه بنت قطب الدین بن کبیر الدین بن اسماعیل الحسین البخاری کے بطن سے اچ (اچھـ) (۱۲) مـیں هــوئی ـ وهیں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی ـ سید صدر الدین بخاری ان کے استاد اور خسر تھے ـ ایک مدت تک ان کے ساتھـ رہ کر ان سے استفادہ کرتے رہے ـ حاجی عبدالوهاب بخاری اپنے دور کے بہت اهم بزرگ تھے ـ ان کا بڑا علمی شہرہ تھا ـ اپنے استاد کی زندگی میں ان کی اجازت سے حج کے لئے گئے ـ واپسی پر ملتان میں قیام کیـا اور کچھـ عرصه بعد شدائد زمانه کی وجه سے سکندر لودھی کے عہد میں دھلی آگئے (۱۳) ـ یہاں عبداللہ بن یوسف قریشی سے کسب فیض کیا اور دوسری بار حج کے لئے گئے ـ واپس آ کر پھر دھلی میں قیـــام کیا اور آخر تک یہـــیں رہے اور تبلیغ دین و علم میں مشغول رہے ـ سکندر لودھی ان کا معتقد تھا اور بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا (۱۴) ـ

انھوں نے قرآن کی ایک عجیب و غریب تفسیر لکھی ھے ـ اس کی تصنیف انھوں نے اوائل ربیع الثانی ۹۱۵ ھـ میں شروع کی اور تقریباً چھـ مـــاہ کی مدت میں ۱۷ شوال ۹۱۵ ھـ کو مکمل کر لی (۱۵) اس میں انھوں نے تمام مطالب قـــرآن اس انداز سے بیـــان کئے ھیں گویا سارا قرآن پاک رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی مدح و منقبت میں ھے ـ نزهة الخواطر میں ھے ـ

" تقریباً تمام مطالب قرآن کو مناقب نبوی صلی اللہ علیه وســـلم کا انداز دیدیا ھے ـ اور اس میں دقائق و اسرار محبت بیـــان کئے ھیں ... شاید انھوں نے اسے غلبه حال میں لکھا ھے ـ کیونکه انھوں نے جو امور ذکر کئے ھیں ان میں سے اکثر صحیح معـــلوم نہیں ھوتے " (۱٦) ـ

اس کتاب کا کوئی نسخــہ غالباً اب کہیں دستیاب نہیں ھے ۔ البته اس کے بعض اجزاء شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کئے ھیں ۔ اس کے علاوہ ابتدائی دو تین سطریں معارج الولایه (قلمی) میں بھی موجود ھیں ۔ جس میں انھوں نے لکھا ھے ۔ „ ایک رات میں عــقل مند مجنونوں کے سردار اپنے مرشد عبداللہ بن یوسف قریشی کی خدمت میں حاضر تھا اللہ نے جو انھیں بنایا تھا ۔ وہ مجھے بنا رھے تھے (۱۸) ۔ جب وہ مشاھدے کی کیفیت بیان کرنے لگے تو فرمایا یہ علم احاطه تقریر میں نہیں آ سکتا ، لیکن جب تحصیل و طلب رشد کا جذبہ صادق ھوتا ھے تو اسکی طرف رھنمائی کی جاتی ھے " (۱۹) ۔

نبی صلی اللہ علیه وسلم سے لگاؤ کی یہ وجہ بیان کی گئی ھے که ایک دفعه سید بخاری اپنے استاد صدر الدین کے پاس بیٹھے ھوئے تھے تو انھوں نے استاد کو کہتے ھوئے سنا که

„ دنیا میں تمام نعمتوں سے بڑھ کر دو نعمتیں مــوجــود ھیں ۔ لیکن لوگ ان کی قدر کونہیں جانتے ۔ اور نه ان کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے ھیں بلکه ان کے حصــول سے غافل ھیں ۔ ان میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ عــلیه وســلم کا وجود مبارک ھے جو که مدینه میں حالت حیات میں موجود ھے ۔ دوسری نعمت قرآن مجید ھے، جو کلام پروردگار ھے ۔ اور اللہ تعالی اس کے ذریعے براہ راست اپنے بنــدوں سے کلام کر رھا ھے ۔ لیکن مخــلوق اس سے بھی غافل ھے " (۲۰) ۔

استاد سے اتنا سننے کے بعد ان کو زیارت مدینه منورہ کا شوق ھوا اور اپنے استاد سے اجازت لے کر زیارت حرمین کے لئے چلے گئے ۔

سلطان لودھی کے عہد میں واپس آئے اور دھلی میں قیام پذیر ھو گئے
شیخ عبدالحق نے اخبار الاخیار میں سورہ مریم ، سورہ طٰہٰ ، سورہ انبیاء ، اور سورہ حج کی تفسیر سے منتخب حصے نقل کئے ھیں

فاضل مفسر کی رائے میں سورہ مریم کی تفسیر میں **کھیٰعص** کے ذریعے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ھے۔ اسی طرح انھوں نے دوسری سورتوں کی بھی تفسیر کی ھے۔ اگر اس تفسیر کا مکمل نسخہ میسر ھوتا تو اس کا صحیح اندازہ ھو سکتا تھا کہ اپنی طرز کے منفرد مفسر کہاں تک اپنے مقصد میں کامیاب رھے ھیں ؟

بہ ھر حال اتنا ضرور کہا جا سکتا ھے کہ جب انھوں نے مکمل قرآن مجید کو نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ھے تو اس نظریے کو ثابت کرنے میں ضرور کوئی انوکھا انداز اختیار کیا ھو گا۔ ظاھر ھے کہ ایسی صورت میں صحت مطالب کا کتنا امکان ھے ؟ جس میں ان کا عشق نبوی اور اس باب میں ان کی والہانہ عقیدت اور نکتہ سنجی قابل قدر ھے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں بھی ان کا اور ان کی تفسیر کا ذکر ھے۔ شاہ صاحب نے ان کا عرف "مچھی روئی " لکھا ھے (۲۱)۔ ان کے الفاظ ھیں " عبدالوھاب بخاری مشہور بہ "مچھی روئی " جس سے شاہ عبدالعزیز کی نظر میں ان کا مقام متعین ھوتا ھے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی ان کے بارے میں لکھتے ھیں۔ " میں سمجھتا ھوں کہ عوام میں ان کے اس کام نے بڑی اھمیت حاصل کی ھو گی کہ سارا قرآن مجید پیغمبر کی نعت ھے۔ عام مسلمانوں کے لئے بڑا دلکش فقرہ ھے۔ میں نہیں جانتا ھوں کہ ھندوستان کے سوا قرآن مجید کی ایسی تفسیر کہیں اور لکھی گئی ھو " (۲۲)۔

یقینی طـور پر یہ اپنی نوعیت کا پہلا کام ھے اور ان کے بعد کسی اور نے غالباً ایسی تفسیر نہیں لکھی اور اس کے اتنے ھی حصے ملتے ھیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ھے ۔ مکمل تفسیر کے بارے میں کتب حوالہ خاموش ھیں ۔

سعداللہ بنی اسرائیل (م ۱۰۰۰ ھـ)

شرح جواھر القرآن للغزالی ۔

لاھور میں آج کل جس جگہ لنڈا بازار شہید گنج اور سلطان کی سرائے واقع ھیں ۔ شہنشاہ اکـبر کے زمـانہ میں یہ علاقہ "خاص کہلاتا تھا یہاں ایک بزرگ سعد اللہ بنی اسرائیل درس دیا کرتے تھے اھل لاھـور کے دلوں میں ان کا بہت احترام تھا ، بدایونی کے مطابق لوگ آپ کو اپنے وقت کا ولی سمجھتے تھے (۲۳) ۔

شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل کے والد مولانا فتح اللہ دانشمند تھے ۔ آپ نے اکثر علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔جب وہ فوت ھو گئے تو عـلم کی تکمـیل و تسکین کے لئے آپ دیپالپور تشریف لے گئے.یہاں آپ شیخ بایزید کے درس میں شریک ھوئے وھاں (۲۴) سے سند فضیلت حاصل کر کے واپس لاھور آئے اوز درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ اس دوران میں آپ نے شیخ اسحاق کاکو کے ھاتھ پر بیعت کی ۔

آپ بہت سی تصانیف کے مالک ھیں جن میں امام غزالی کی مشہور کتاب جواھـر القـرآن کی شرح خاص طور پر مشہور ھے کیونکہ آپ امام غزالی (م ۵۰۵ ھـ) سے بہت متاثر تھے (۲۵) ۔ اکبر

بادشاہ آپ کی شہرت علمی سے متاثر تھا ملا بدایونی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے ۔

„ مجھے آپ سے پہلی مرتبہ لاہور میں ملنے کا اتفاق ہوا ۔ میں نے آپ سے ملتان کی ویرانی اور لاہور کی آبادی نیز ملتان کے سلاطین ، خاص کر سلطان حسین لنگاہ کے بارے میں کچھ سوالات پوچھے آپ نے ان سوالوں کا جواب بڑی فصاحت و بلاغت سے دیا ۔ مجھ پر ان کا بڑا اثر ہوا"۔ بدایونی کے الفاظ یہ ہیں ۔ „ فقیر مرتبہ اول در لاہور ملازمت او کردم ۔ بتقریبی قضیه ویرانی ملتان و آبادی لاہور و قضیه سلاطین لنگاہ خصوصاً سلطان حسین را چنان تقریر کرد که در حسن ادا و فصاحت عبارت و تنقیح آن متعجب ماندم „ (٢٦)۔

بدایونی کے قول کے مطابق آپ تقریباً اسّی برس کی عمر میں فوت ہوئے مگر صاحب مراۃ العالم کا بیان ہے کہ لفظ „ ذکر „ سے ان کا سن وفات نکالا گیا ہے جو کہ ۹۲۱ ھ بنتا ہے ۔ آپ کی عمر کا حساب لفظ „ حکیم „ سے لگایا جاتا ہے یعنی آپ کی عمر ۷۸ برس تھی اس حساب سے آپ ۹۹۹ / ۱۵۹۰ یا ۱۰۰۰ ۔ ۱۵۹۱ میں فوت ہوئے ۔ شہر کے چھوٹے بڑے ہر فقه اور ہر خیال کے لوگ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے (٢٧)۔

شرح جواہر القرآن تک انتہائی تفحص کے باوجود رسائی نہیں ہو سکی ۔ البته صاحب الثقافة الاسلامیه فی الهند نے بھی ان کی اس شرح کا ذکر کیا ہے (٢٨)۔

ابو الفیض فیضی (م ۱۰۰۴ ھ)

سواطع الالہام ۔

کحالہ نے ان کا پورا نام فیض اللہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ یہ فیضی کے نام سے معروف ہیں ۔ آپ مفسر قرآن کے علاوہ عربی فارسی کے ادیب بھی تھے ۔ عربی میں ان کی تفسیر کے علاوہ „ موارد الکلم „ نامی کتاب بھی ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی (۲۹) ۔

یوں تو فیضی کی شہرت فارسی شاعری کی وجہ سے ہوئی ہے لیکن ان کی عربی کی صلاحیت بھی غیر معمولی تھی اور اس کا ایک زندہ و جاوید ثبوت ان کی تفسیر „ سواطع الالہام „ ہے ۔ فیضی نے یہ تفسیر غیر منقوط الفاظ میں لکھی ہے ۔ جسے ادب کی اصطلاح میں „ صنعت مہملہ „ کہتے ہیں ۔ عربی زبان میں اس قسم کی تصنیف ایک غیر معمولی صلاحیت اور کارنامہ سے کم نہیں ہے ۔ اور پھر پورے قرآن کی تفسیر جو کہ مختصر نہیں بلکہ بڑی تقطیع کے سات سو مطبوعہ صفحات پر مشتمل ہے ۔ فیضی نے اس اہم کام کو بہت تھوڑی مدت میں مکمل کر لیا تھا ۔ مولانا غلام علی آزاد اس تفسیر کے سلسلے میں لکھتے ہیں „ برہان فضیلت شیخ فیضی را سواطع الالہام تفسیر بے‌نقاط است کہ درین ہزار سال پیشتر ہیچ مستعدی را میسر نہ شد ۔ طرفہ این کہ این چنین کار دشوار در عرصہ دو سال از مبدء بہ منتہی رسانید „ (۳۰) ۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں ۔

سواطع الالہام یعنی تفسیر غیر منقوط ۱۰۰۳ ھ میں تمام ہوئی ,,کل مدت تصنیف دو اڑھائی برس ھے ۔ اس تفسیر پر فیضی کو بڑا ناز تھا ۔ اس تفسیر کی تکمیل کے بعد اس نے اپنے دوستوں کو جو خطوط لکھے ھیں ۔ ان میں اکثر فخــر سے اس کا تذکرہ کیا ھے ۔ اکبر تو فیضی اور ابو الفضل سے خــوش تھا ۔ لیکن دربار کے دوسرے مذھبی لوگ ، جو خود اکبر کی بےاعتدالیوں سے پریشان تھے ۔ ان دونوں بھائیوں سے بھی برگشتہ ھو گئے تھے اور ان لوگوں کے ھر کام کو معیوب نظروں سے دیکھتے تھے ۔ فیضی شروع میں چــونکہ مذھبی امــور میں بہت آزاد خیال تھا ۔ اس لئے لوگوں کی نظر میں بےدین اور لامذھب سمجھا جانے لگا تھا ۔ جس کا اظہار بھی اس دور کے لوگوں نے جا بجا کیا ھے ۔ خاص طور سے ملا عبدالقادر بدایونی اس بارے میں پیش پیش رھے ھیں ۔ اس لئے جب فیضی نے اپنی تفسیر مکمل کی تو لوگوں نے اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں پھیلائیں ۔ ملا بدایونی لکھتے ھیں ,, تفسیر بےنقط برائے شستن بد نامی کہ تا روز جزاء بصد آب شستہ نگردد ۔ در عیں حالت مستی و خباثت می نوشت و سگان آن را از ھر طرف پامال ساختند (۳۱) ۔

اس کے علاوہ بھی طرح طرح کے الزامات عائد کئے گئے ۔ لیکن تفسیر دیکھنے سے اندازہ ھوتا ھے کہ یہ سب باتیں بےبنیاد اور محض دربار دشمنی اور معاصرانہ چپقلش پر مبنی ھیں ۔ فیضی اگر چاھتا تو تفسیر میں اپنی آزاد خیالی قائم رکھتا ۔ اور کلام اللہ کے معانی و مطالب کو الٹ پھیر کر بیان کر دیتا ۔ لیکن اس نے ایک جگہ بھی ایسا نہیں کیا ۔ محمد حسین آزاد نے لکھا ھے ۔

,, زبانی باتوں میں ملا صاحب جو چاھیں کہیں مگر نفس مطالب

میں جب نہ اب کوئی دم نہیں مار سکتا ورنہ ظاہر ہے کہ وہ بےدینی اور بدنفسی پر آ جاتے تو جو چاہتے لکھ جاتے ۔ انہیں ڈر کس کا تھا(۳۲)

فیضی کی علمی دیانت کا ذکر علامہ شبلی نے ان الفاظ میں کیا ہے ۔

" فیضی نے یہ تفسیر ان واقعات کے بعد لکھی لیکن ایک ذرہ برابر بھی مسلمان کی راہ سے نہیں ہٹا ۔ حالانکہ تفسیر میں ہر قدم پر اس کو آزاد خیالی دکھانے کا موقع حاصل تھا ملا صاحب تو فرماتے ہیں کہ وہ تمام عقائد اسلام کا منکر تھا لیکن وہ ان تمام عقائد کا معترف تھا ۔ جن کو معتقدات عوام کہتے ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ فیضی کی مذہبی آزادی ، ہم جو کچھ سنتے ہیں زبانی سنتے ہیں ۔ تصنیفات میں تو وہ ملائے مسجد نظر آتا ہے " (۳۳)۔

ملا بدایونی کا بھی عجب معاملہ ہے ۔ کہاں تو فیضی اور اس کی تفسیر کی اتنی مخالفت اور اتنی برائیاں بیان کرتے ہیں اور دوسری طرف خود اس کی تاریخیں کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور تقریظیں لکھتے ہیں ۔

" فقیر من احسن التفاسیر ۔ بسم اللہ الرحمن ۔ علم القرآن تاریخ یافت و توقیعی نوشت انشاللہ بتقریبی در محل خود مذکور گردد " (۳۴)

علامہ شبلی ایک جگہ ملا بدایونی کے تمام خیالات کو بےبنیاد ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

"ملا صاحب اور ان کے تمام پیروؤں نے متفقا فیضی کو ملحد ، بے دین ، زندیق اور کافر لکھا ہے ۔ ملا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فیضی ان کے وقت کتوں کی طرح بھونکتا تھا ۔ اور اس کے ہونٹ سیاہ ہو گئے تھے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ فیضی کے رتبے کو

سمجھ نہیں سکتے تھے۔ وہ جو حکیمانہ خیالات ظاہر کرتا تھا ان لوگوں کو الحاد و زندقہ نظر آتا تھا (۳۵)۔

فیضی کے تعلقات شیخ عبدالحق محدث دھلوی سے بھی بہت خوش گوار تھے۔ دونوں بےتکلف تھے۔ لیکن جب شیخ مکہ معظمہ سے واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ فیضی کے خیالات میں تبدیلی آ چکی ھے۔ اور انھوں نے فیضی سے قطع تعلق کر لیا۔ فیضی کو شروع میں اس کا اندازہ نہ ھو سکا۔ اس لئے جب شیخ صاحب حج سے واپس ہوئے تو فیضی نے ان کو خط لکھا۔ اور ملاقات کے شوق کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

„ اگر بال و پر می داشتم ہر روز زیر بام آن حجرہ می نشستم و دانہ چنیں نکات محبت می شدم „ (۳۶)۔

ایسا معلوم ھوتا ھے کہ شیخ دھلوی فیضی سے بہت خفا تھے۔ اس لئے انھوں نے فیضی کو اس قسم کا کوئی موقعہ نہیں دیا کہ فیضی ان سے اپنا رابطہ دوبارہ استوار کر سکتا۔ یا ان کی خدمت میں حاضر ھو کر اپنی پوزیشن کی وضاحت کر پاتا تاکہ دونوں کے تعلقات خوش گوار ھو سکتے۔

صاحب نزھۃ الخواطر نے شیخ عبدالحق کی رائے اس طرح پیش کی ھے کہ „ وہ اپنے زمانے میں فصاحت و بلاغت اور متانت و صیانت میں منفرد تھا۔ لیکن کفر و ضلالت کے غبار میں گر جانے کی وجہ سے اس کی پیشانی پر رذالت اور انکار و ادبار کے نقوش نمودار ھو گئے تھے۔ اس بناء پر اھل دین و ملت اور محبین نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اور اس کے متعلقین کا نام سننے میں عار سمجھتے تھے۔ اگر یہ لوگ مسلمان ھیں تو اللہ انھیں معاف فرمائے۔

لیــکن ان باتوں کا اثر اس کی تفسیر میں کہیں نظر نہیں آتا (۳۷)"۔

فیضی نے اپنی تفسیر کی ابتداء یوں کی ھے ۔"اللہ لا الہ الا ھو لا اعلمہ ما ھو ۔ وما ادرکہ کما ھو۔ احامد المحامد و محامد الا حامد اللہ معہ لوامع العــلم و ملہم ســواطع الالہــام (۳۸)"پھر آگے چل کر دعا مانگی ھے کہ خدایا اس کام کو آسان فرما دے ۔ اس کے بعد اپنی تعلیم و تربیت کا ذکــر کیا ھے ۔ آگے چل کر اپنے مولد آگرہ کا تذکرہ کیا اور اس شہر کی بہت تعریف لکھی ھے ۔ علمــاء کی مجلسوں ، مدرسوں ، مسجدوں اور دوسرے عبادت خانوں کا ذکر خاص طور سے کیا ھے ۔ اس کے بعد بادشاہ کی تعــریف بھی تحریر کی ھے ۔ بادشاہ اکبر کا نام اور مناقب اسی صنعت بے نقط میں عجیب معمائی انداز میں تحریر کئے ھیں ۔

فیضی نے اس تفسیر کو لکھنے سے پہلے مشق کے طــور پر "موارد الکلم" بھی بے نقط لکھی تھی ۔ یہ کتاب اخلاق کے موضوع پر ھے خــود اپنی اس تصنیف کی طرف بھی ابتدائیہ میں اشارہ کیا ھے ۔ اس کے بعد اپنی تفسیر کے متعلق لکھا ھے کہ کیونکر یہ خیال ان کے ذھــن میں پیدا ھوا اور اس کا ان کے والد پر کیا اثر ھوا ، لکھتے ھیں کہ "ان کے والد اس سے بے حد خوش ھوئے اور ان کو دعائیں دیں" ۔ بہت ھی تھوڑے عرصے میں یہ تفسیر لاھور میں مکمل ھو گئی ۔ اس تفسیر میں فیضی نے جو انداز اختیار کیا اس کے متعلق مقدمہ میں خود تصریح کی ھے ۔

" خدا معلوم لوگوں نے کس طرح سے فیضی کو بے دین اور ملحد ثابت کر دیا ھے اپنی تصــانیف میں کسی جگہ بھی وہ ایسا نہیں لکھتا ھے ۔ اگر اس کو ملحد و بے دین ھی رھنا ھوتا تو وہ قرآن کریم

کی تفسیر کیوں لکھتا ! اور اگر تفسیر ھی لکھ رھا تھا تو پھر اپنی من مانی باتیں کہتا اور آیات اللہ کی تاولین اپنے عقیدے کے مطابق کرتا اور اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور منقبت سے بھی گریز کرتا لیکن اس نے کہیں بھی ایسا نہیں کیا ـ بلکہ اس نے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں لکھا ھے ـ

" اللہ واحد اصل مقصود ھے ـ اس نے اصلاح عالم کے لئے رسول بھیجے ـ ان میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اکمل ارسل ھیں ـ آپ سب سے بڑھ کر علم و کمال والے اور نہایت معزز ـ لواء الحمد قیامت کے دن انھیں کے ھاتھ میں ھو گا اور وہ صاحب مقام محمود ھیں " ـ

اس کے بعد آگے چل کر قرآن حکیم کی وسعت کے بارے میں لکھا ھے کہ کلام اللہ ایک بحر ناپیدا کنار ھے اسکے بعد نزول قرآن ، جمع و تدوین قرآن ، تعداد سور، تعداد آیات ، اسمائے قرآن ، تلفظ حروف، محکم و غیر محکم آیات اور حروف مقطعات وغیرہ کا بڑی تفصیل سے نہایت عالمانہ انداز میں ذکر کیا ھے ـ

مقدمہ جو فصلوں میں منقسم ھے خاصا بسیط ھے ـ دوسرے حصہ میں علوم قرآنی کا مفصل ذکر ھے ـ ان دونوں کو بھی الگ الگ ابواب میں تقسیم کیا گیا ھے ـ اور ھر باب کا نام " ساطعہ " رکھا ھے ـ بعض ساطعہ بہت مختصر چند سطر کے ھیں جبکہ بعض دوسرے خاصے طویل، تیس تیس سطروں کے ھیں ـ مقدمے کے آخر میں ایک نظم بھی لکھی ھے اس میں بھی صنعت مہملہ کا التزام قائم رکھا ھے ـ

تمام سورتوں کا شان نزول بھی بیان کر دیا ھے ـ اس سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ پورے واقعات پر اس کی گہری نظر تھی جس کی طرف

مختصراً اشاره کر دیتا ھے ـ اسی طرح کسی سورت کے مکی اور مدنی ھونے کا بھی ذکر کیا ھے ـ جب کسی سورت کو مدنی کہنا ھوتا ھے تو لکھتے ھیں ـ « موردھا مصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم » اور مکی کہنا ھوتا ھے تو « موردھا ام الرحم » اسی طرح تمام سورتوں کا شروع میں تعارف کرا دیا ھے اور متعلقہ واقعات کا ذکر اختصار سے کیا ھے ـ مگر بے نقط الفاظ کا التزام کرنے کی وجہ سے اظہار مطالب میں بڑی محنت کرنی پڑتی ھے ـ اسکے سبب قاری کے لئے اس کا سمجھنا کافی مشکل اور بعض اوقات ناممکن ھو جاتا ھے ـ

اسی انداز سے انھوں نے سارے کلام اللہ کی تفسیر کی ھے ـ عبارتوں میں اختصار کو ملحوظ رکھا ھے ـ انھوں نے معانی و مطالب کو سہل انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ھے ـ لیکن چونکہ تفسیر سے زیادہ صنعت گری پیش نظر رھی ھے ـ اس لئے اس کو سمجھنا خاصا مشکل ھے ـ فیضی کلام اللہ کے اس معجزے کو بھی دکھانا چاھتا تھا کہ اس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے مختلف انداز اختیار کئے جا سکتے ھیں ـ حتی کہ اس کی تفسیر غیر منقوط الفاظ میں بھی لکھی جا سکتی ھے ـ اس کے علاوہ عربی زبان میں اپنی قدرت کا بھی ثبوت دینا چاھتا تھا ـ اس لئے اس نے قصداً تفسیر غیر منقوط لکھی ـ ظاھر ھے کہ جب الفاظ کا سرمایہ محدود ھو تو الجھاؤ پیدا ھونا قدرتی بات ھے ـ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کلام مہمل اور بے معنی ھے اور اس میں مفہوم لفظوں کی بازی گری میں بالکل گم ھو کر رہ گیا ھے ـ ایسا نہیں ھے ـ جس مقام سے بھی اس تفسیر کو پڑھا جائے مطلب سمجھ میں آ جاتا ھے ـ فیضی نے جس وقت یہ تفسیر مکمل کی تھی اس

وقت بھی زبان یا مطالب پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ قابل اعتراض بات یہ سمجھی گئی تھی کہ آخر تفسیر بےنقط ھی کیوں لکھی جائے۔

فیضی کی تفسیر سات سو سے زائد صفحات پر مشتمل ھے۔ اس میں کہیں بھی کوئی قابل اعتراض بات دکھائی نہیں دیتی۔ اکبری دربار میں جبکہ دربار کا رنگ غیر مذہبی تھا۔ فیضی کا اس تفسیر کو لکھنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ممکن ھے کہ یہ اس کا مذہبی جذبہ رہا ہو۔ جس کے لئے اس نے یہ کام کر ڈالا۔ اگر اس تفسیر سے اسے دنیوی فائدہ یا درباری رتبہ یا بادشاہ کا تقرب حاصل کرنا ہوتا تو اس نے حالات کے پیش نظر اس قسم کی باتیں لکھی ہوتیں۔

فیضی نے تفسیر لکھنے کے بعد اس کے نسخے مختلف ملکوں کے علمائے کرام کے پاس بھیجے تھے۔ اور روایتوں سے پتہ چلتا ھے کہ سب نے اسے پسند کیا تھا۔ کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا اس زمانے کے متعدد بڑے علماء نے تقریظیں لکھی تھیں۔ جو اس تفسیر کے آخر میں اسی دور سے شامل ھیں۔ ان علماء میں محمد حسین المشہور بہ الشامی، مولانا محمد یعقوب صرفی کشمیری، قاضی نور اللہ شوستری اور امان اللہ بن غازی سرہندی وغیرہ کے نام شامل ھیں۔

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ھے کہ حضرت مجدد الف ثانی (۳۹) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تفسیر کی تیاری میں فیضی کی مدد کی تھی۔ اور اس کا ایک مشکل حصہ جو فیض نہیں لکھ پا رہا تھا لکھ کر دیا تھا۔ اگرچہ ابھی تک اس حصہ کا تعین نہیں ہو

سکا ۔ جو حضرت مجدد نے لکھ کر فیضی کو دیا تھا تاھم اس بات کا ثبوت ملتا ھے کہ مجدد صاحب کی نظر میں بھی فیضی کی یہ کوشش قابل اعتراض نہ تھی ۔ ان کے علاوہ (۴۰) ملا جمال تلوی (متوفی مابعد ۱۰۰۴ ھ) نے فیضی کی سواطع الالہام کی اکثر مقامات پر اصلاح کی تھی ۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب نظام تعلیم و تربیت میں بہت تفصیل سے فیضی اور اس کی تفسیر کے متعلق لکھا ھے ۔ مختلف جگھوں سے ان کی رائے کے اقتباسات پیش کئے جاتے ھیں ۔ " میرا خیال ھے کہ ایسا کارنامہ ھے جس کی نظیر شاید دوسرے اسلامی ممالک کے علمی حلقوں میں نہیں ملتی ۔ مطالعہ سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ غیر منقوطیت کے اس التزم کے باوجود فیضی نے یہ کمال کیا ھے کہ عام تفسیروں میں قرآنی آیات کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ھے ۔ اس شخص نے ان تمام امور کو سمجھنے کی ، جہاں تک میرا خیال ھے ، ایک کامیاب اور ایسی کوشش کی ھے جس کی نظیر اس سے پہلے مشکل ھی سے مل سکتی ھے " ۔ ۔ ۔ ۔ " کسی زبان کا سرمایہ اتنا وسیع ھو کہ وہ سارے معانی و مطالب جو عربی تفسیروں کی ضخیم جلدوں میں بیان کئے گئے ھیں ۔ غیر منقوط الفاظ میں ادا کر دیئے جائیں ۔ کیا یہ کوئی معمولی بات ھے ؟ " ۔ ۔ ۔ ۔ " گو اس تفسیر میں مطالب کے لحاظ سے کوئی جدت نہیں ۔ تاھم وہ بھرحال ایک غیر معمولی ذھن و دماغ کا آدمی تھا ۔ بیچ بیچ میں بعض نکتے اس کے قلم سے بےساختہ نکل گئے ھیں ۔ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اچھی خاصی چیز ایسی جمع ھو سکتی ھے جسے اس کی تفسیر کی معنوی خصوصیت بھی قرار دیا جا سکتا ھے " (۴۱) ۔

فیضی کی یہ تفسیر ہر اعتبار سے مکمل اور خاص اہمیت کی حاصل ہے ۔ اسے کسی بھی دوسری تفسیر کے مقابلے میں آسانی سے رکھا جا سکتا ہے ۔ تفسیری خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ ایک قابل قدر علمی ادبی کارنامہ بھی ہے ۔ جس سے عربی زبان کی وسعت اور فیضی کی اس پر قدرت کا اظہار ہوتا ہے ۔ فن تفسیر کے نقطہ نظر سے بھی اس میں کسی قسم کی خامی نظر نہیں آتی ۔ جو لوگ اسے عجیب و غریب تصنیف اور انتہائی مشکل کتاب سمجھتے ہیں ان کا خیال بڑی حد تک صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ البتہ کتاب کا مقدمہ خاصہ مشکل ہے ۔

خاص طور سے وہ عبارتیں جہاں وہ لوگوں کے نام اور دوسری باتوں کا ذکر کرتا ہے ۔ لیکن اصل تفسیری عبارتیں کچھ زیادہ مشکل نہیں ہیں ۔ تھوڑی توجہ اور محنت سے مطالب سمجھ میں آ جاتے ہیں ۔ اس تفسیر سے عربی زبان و لغات کی حیرت انگیز حد تک وسعت کا ثبوت ملتا ہے ۔ جس میں خدا کا آخری پیغام نازل ہوا ۔ اور اس کے ساتھ فیضی کی قدرت اور کمال انشا پردازی کا بھی ۔ پنجاب کے مفسرین کے کارناموں میں یہ کتاب ایک اہم کارنامہ ہے جس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے اور اس کتاب کو تفسیری ادب میں ایک منفرد مقام حاصل ہے اسکے ساتھ ہی اس تفسیر کو اپنی نوعیت کی واحد تفسیر قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اور عربی زبان و آدب کے طالب علم اس سے بےنیاز نہیں ہو سکتے ۔

تفسیر کے علاوہ انھوں نے موارد الکلم لکھی یہ بھی بے نقط کتاب ہے اور اس کا موضوع علم اخلاق ہے ۔ ان کا فارسی میں ۱۵ ہزار الفاظ پر مشتمل دیوان بھی ہے ۔

مزید برآں کتاب ” لیلاوتی “ کا فیضی نے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ بھی کیا تھا (۳۲)۔ کحالہ نے انھیں ان الفاظ میں یاد کیا ھے ” عالم ، مفسر عارف بالادیین العربی و الفارسی مشارک فی بعض العلوم “ (۳۳)۔

یہ تفسیر ۱۳۰٦ ـ ۱۸۹۸ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے طبع ہوئی تھی اور متن قرآن اور تفسیر کے علاوہ تقریظات شامل کر کے ۸۰٧ صفحات پر مشتمل ھے اسکی دوسری طباعت کا علم نہیں ہو سکا ۔

نور اللہ شوستری (م ~~۲۰۱۹~~ ۱۰۱۹ ھ)

حاشیہ تفسیر البیضاوی ۔

سید نور اللہ بن عبداللہ بن نور اللہ شوستری حسینی مرعشی شوستری مشہور بہ شہید ثالث ۹۵٦ / ۱۵۴۹ (۳۴) میں شوستر میں پیدا ہوئے مشہد میں تعلیم حاصل کر کے ھندوستان آئے ۔ اکبر نے انھیں قاضی معین الدین کے بعد لاھور کا قاضی مقرر کیا (۳۵)۔ اور وہ اس شرط پر قاضی بننے کے لئے راضی ہوئے کہ اھل سنت کے چار مذاھب فقہ میں سے جس مذھب کے مطابق چاھیں فیصلہ کریں گے ۔

وہ شیعہ مذھب تھے ۔ لیکن اپنا مذھب چھپاتے تھے ۔ خلاف شرط انھوں نے اھل سنت کی مخالفت میں کتابیں لکھیں جنھیں وہ چھپاتے رھے ۔ جہانگیر کے عہد میں ، مجالس المومنین نامی کتاب

لکھنے پر سزا ملی اور اسی کوڑوں کی سزا کے دوران ۱۰۱۹/ ۱۹۱۰ میں فوت ہوئے۔

خیر الدین زرکلی نے لکھا ھے شوستری کی ۹۷ [۳٦] تصانیف ھیں ان تصانیف میں سے چند درج ذیل ھیں۔

۱) مصائب النواصب	روافض کے رد میں
۲) صوارم مهرقه	ابن حجر تمیمی کی صواعق معرقه کے رد میں
۳) احقاق الحق	ایطال الباطل کے جواب میں
۴) حاشیه تفسیر البیضاوی [۳۷]	علم تفسیر میں
۵) حاشیه الهیات شرح تجرید	علم کلام میں
٦) حاشیه برحاشیه قدیمه	علم کلام میں
۷) حاشیه علی تهذیب الکلام	علم کلام میں
۸) حاشیه علی المیبذی	فلسفه میں
۹) حاشیه علی شرح الستمسیة	منطق میں
۱۰) حاشیه علی شرح تهذیب دوانی	منطق میں
۱۱) حاشیه علی شرح الجامی	نحو میں
۱۲) حاشیه علی المطول	بلاغت میں
۱۳) رسالة فی مسح الرجلین	فقه میں
۱۴) سراج القلوب	تصوف میں
۱۵) مجالس المومنین	رد اهل سنت میں

ان سب کتابوں کا نام لکھنے کے بعد مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ھیں راقم نے حاشیه البیضاوی کا مطالعه کیا ھے۔ اس میں

عموماً بےجا تطویل سے کام لیا گیا ھے (۴۸)۔

شیخ فیضی کی غیر منقوط تفسیر " سواطع الالہام " پر ایک شوستری توقیع لکھی تھی جس میں لکھا ھے کہ اس کتاب کی توصیف و تعریف احاطہ بیان سے باھر ھے (۴۹)۔

مولانا جلال بن نصیر چنابی (م اوائل گیارھویں صدی)

حاشیہ تفسیر البیضاوی ۔

مولانا جلال چنابی اور مولانا جمال چنابی ضلع گوجرانوالہ کے مردم خیز خطہ کیلیانوالہ (۵۰) کے باشندے تھے ۔ یہ دونوں بھائی صاحب تصانیف تھے مولانا جمال چنابی جو کہ بڑے بھائی تھے انہوں نے حاشیہ شرح ملا جامی نحو میں لکھا تھا اور مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قصیدہ بردہ کی عربی میں شرح لکھی تھی ۔

ان کے چھوٹے بھائی مولانا جلال چنابی سے بھی دو کتابیں یادگار ھیں ۔

۱) مولانا عبداللہ تلنبی کی بلند پایہ کتاب " بدیع المیزان " پر حاشیہ ۔ واضح رھے کہ یہ کتاب علم منطق میں ھے اور برصغیر کے عقلی علوم میں نمایاں اضافہ ھے ۔

۲) حاشیہ جلال بن نصیر علی تفسیر البیضاوی (۵۱)۔ اس حاشیے کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ھے (۵۲)۔

یہ حاشیہ تفسیر البیضاوی کے تیسویں پارے پر مشتمل ھے ۔ فاضل مصنف نے اس حاشیے میں اپنے متقدمین سے بھرپور استفادہ کیا ھے ۔

ملا سعید چلپی اور ملا جلال الدین حنفی کے اقوال کا تتبع کیا ھے انھوں نے تفسیر البیضاوی کے مشکل اور دقیق مقامات کی تشریح کی ھے اور علامه بیضاوی پر وارد ھونے والے بعض اعتراضات کا جواب بھی دیا ھے چنانچه وه اپنے حاشیه میں لکھتے ھیں ۔

فیقول العبد المفتقر الی الله المتعال القدیر القوی ۔ تراب اقدام الطلبة جلال بن نصیر الچنابی ۔ ان هذه حواشی و تعلیقات علی الجزء الاخیر من التفسیر البیضاوی ۔ جمعتها لتسکون تذکره لا ولی الالباب و تحفة للفضلاء الطلاب » ۔

اس آخری جمله سے اندازه ھوتا ھے که ملا جلال چنابی کے دور میں تفسیر بیضاوی کا آخری پاره شامل نصاب رها ھو گا اور ملا چنابی اس کا درس دیا کرتے تھے ۔ یھی وجه ھے که زیر نظر حاشیه طلبه کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر لکھا ھو گا تاکه وه اس سے استفاده کر سکیں ۔

ملا جلال چونکه ملا جمال سے چھوٹے تھے اس لئے انھوں نے اپنی تحریروں اور خاص طور سے شرح قصیده برده میں اپنے بڑے بھائی کی تحریروں سے بھرپور استفاده کیا ھے چنانچه وه خود لکھتے ھیں ۔ جس میں اپنے بڑے بھائی سے استفاده کا اعتراف کرتے ھیں ۔

ثم انی قد استفدت عن استاذی المحقق ۔ مولوی المدقق اخی العالم الفاضل المختار عبدالکریم المتعال مخدومنا و مولانا جمال سلمه الله و ابقاه (۵۳) ۔

فاضل مفسر کی تاریخ وفات معلوم نہیں ھو سکی ۔ مولانا عبدالقدوس قاسمی کا اندازه ھے که ملا جلال چنابی کی وفات ۱۰۲۵ ھ کے بعد ھوئی ھے (۵۴) ۔ کیونکه اس سال انھوں نے قصیده

برده کی شرح مکمل کی تھی ـ

مذکورہ بالا حقیقت کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ تاریخ ادبیات پاکستان و ہند کے مرتب نے مولانا جلال چنابی کا ذکر عبدالنبی شطاری متوفی ۱۰۱۰ ـ ۱۶۱۰ اور حاجی دبیر متوفی بعد ۱۰۲۰ ـ ۱۶۱۲ کے درمیان کیا ہے (۵۵) ـ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مرتب کے نزدیک اس مفسر کا تعلق گیارھویں صدی کے پہلے ربع سے ہے ـ

مولانا عبدالسلام لاہوری متوفی (۱۰۳۷ ھ)

حاشیہ تفسیر البیضاوی ـ

مولانا عبدالسلام کو علم و فن سے بہت لگاؤ تھا ـ حتی کہ اتنا زیادہ پڑھنے والا کوئی اور مشکل سے رہا ہو گا ـ کتب درسی شیخ اسحاق کاکو لاہوری سے پڑھیں ـ شیخ سعداللہ اور قاضی صدر الدین سے بھی کسب فیض کیا ـ حکمت فتح اللہ شیرازی سے سیکھی ـ معقولات و منقولات میں کامل و اکمل تھے ـ فقہ میں ید طولی رکھتے تھے ـ اپنے زمانہ کے بلند پایہ مفسر تھے پچاس برس تک مسند درس پر متمکن رہے ـ لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور پچاس سال تک اسے جاری رکھا ـ شیخ محب اللہ الہ آبادی ـ عبدالسلام دیوی ، محمد میر بن قاضی سائیں وغیرہ ان کے مشہور شاگردوں میں شامل تھے ـ

ماثر الکرام (۵۶) میں غلام علی بلگرامی لکھتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں جب علم کے کسی بھی دروازے میں قدم رکھتا

ھوں تو اس دروازے سے اور بھی بہت سے دروازے کھل جاتے ھیں اور میں اس علم سے دوسرے بہت سے علوم تک پہنچ جاتا ھوں۔ اگر میں چاھوں تو ان کو لکھ کر ایک مستقل چیز بنا سکتا ھوں لیکن مجھے پڑھانے سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ یہ کام بھی انجام دے سکوں۔ جب میں بوڑھا ھو جاؤں گا اور میرے اعضاء شل ھو جائیں گے تو مجھے افسوس ھو گا اور ھوا بھی ایسا ھی۔ آخر عمر میں ان کو اپنی اس کوتاھی پر بہت افسوس ھوا۔

ایک مدت تک مفتی کے عہدے پر فائز رھے اور تمام فرائض پوری دیانت داری سے انجام دیتے رھے۔ انھوں نے تفسیر البیضاوی کا حاشیہ لکھا۔ جب تفسیر پر حاشیہ لکھ رھے تھے اس وقت فرمایا کرتے تھے۔میں بہت کچھ جانتا ھوں لیکن کثرت درس کی وجہ سے لکھ نہیں پاتا۔ ان کی تفسیری کاوشیں بہت مشہور ھوئیں۔ جب ان کی عمر نوے برس تھی تو ۱۰۳۷ ھ میں ان کا انتقال ھوا۔ اس حاشیے کا اصل نام ,, تفسیر زھراوین ،، ھے جیسا کہ کتاب کے خاتمے پر لکھا ھوا ھے۔

,,تم تفسیر الزھراوین بتوفیق اللہ تعالی والحمد للہ علی ذلک“

یہ حاشیہ (۵۸) ۲۷۲ اوراق پر مشتمل ھے۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ رام پور میں موجود ھے۔ اس حاشیے پر شروع کلام پاک سے سورہ آل عمران تک کی شرح ھے۔ اس کی ابتداء ان الفاظ سے ھوتی ھے ,, بسم اللہ الرحمن الرحیم قولہ الحمد للہ الذی انزل الکتاب نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیراً۔

قاضی البیضاوی کی انوار التزیل و اسرار التاویل ھندوستان میں بیشتر جگھوں پر نصاب میں داخل رھی ھے۔ اس لئے بہت سے

علماء نے اس کو زیادہ آسان اور عام فہم بنانے کیلئے اس کی شرحیں لکھیں ۔ انہی شرحوں میں سے ایک ملا عبدالسلام لاھوری کی یہ کتاب ھے ۔ کسی بھی شرح کی جب مزید شرح کی جاتی ھے تو چھان بین اور مسائل کی تحقیق و تدوین میں بات سمجھنے کی بجائے اور الجھ جاتی ھے ۔ ایسا ھی کچھ اس حاشیے میں بھی ہوا ھے ۔ بہت سی جگہوں پر بحثیں کافی لمبی ہو گئی ھیں اور پتہ نہیں چلتا کہ مطلب کیا ھے ؟ فاضل حاشیہ نگار قولہ کہکر شروع تو کرتے ھیں مگر متن و حاشیہ اس طرح ملا دیتے ھیں کہ دونوں کو الگ کرنا بہت مشکل ھی نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ھو جاتا ھے ۔ چنانچہ ذوی القربی و الیتمی کی تشریح یوں کرتے ھیں یتیموں کا ذکر کیا گیا ھے ۔(۵۹) ۔ رازی کا بیان ھے کہ جو زیادہ مستحق تھا اس کو ترجیح دی ھے ۔ اس وجہ سے اگر تنگ دستی قرابت کے ساتھ ھو تو ایسا شخص دوسرے سے زیادہ مستحق ھے ۔ کیونکہ اس میں صلہ رحمی اور صدقہ دونوں کا لحاظ رکھا گیا ھے ۔ قرابت مال کے دیئے جانے کی زیادہ باعث ھوتی ھے ۔ اس وجہ سے عزیز یا قریب وراثت کا مستحق ھوتا ھے ۔ وصیت میں بھی اس کا اثر پڑتا ھے ۔ اور صاحب مال ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتا ۔ اس کے بعد یتیموں کا ذکر کیا گیا ھے ۔ اس لئے کہ وہ بالکل بےسہارا ھوتے ھیں ۔ پھر مساکین کا ذکر کیا ھے ۔ اس لئے کہ ان کی ضرورت شدید ھوتی ھے ۔ پھر مسافر کا ذکر کیا ھے ۔ کیونکہ اسے اھل و عیال کی ذمہ داری کی وجہ سے مال کی بھی ضرورت ھوتی ھے ۔ پھر سائلین اور غلاموں کی آزادی کا ذکر کیا ھے ۔ اس لئے کہ پہلے پہلے بیان کردہ لوگوں کے مقابلے میں

ان دونوں کی ضرورتیں کم ہوتی ہیں ۔

احادیث بھی نقل کی ہیں ۔ اختلافی مسائل میں آئمہ کی آراء بھی لکھی ہیں ۔ اور ان کے اختلافات کو بیان کیا ہے ۔ مختلف مسائل میں علماء کا مذہب کیا رہا ہے ۔ یہ بھی بیان کیا ہے ۔ مثلاً وراثت کی آیتوں میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے ۔ بعض لوگ ان میں سے کچھ آیتوں کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور کچھ کو نہیں ۔

کتاب کا خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے ۔

کعدل صیام رمضان هو بالفتح المثل من غیر المبحثین بالکسر من المبحثین ۔

انہوں نے تفسیر لکھنے کے علاوہ پچاس برس تک درس دیا اور فتاوی بھی لکھے ۔ ملا نظام نے طبقات اکبری میں لکھا ہے ۔

" ملا عبدالسلام لاہوری از فحول علمائے لاہور بود " (۶۰) ۔

مفتی عبدالسلام دیوی (م بعد ۱۰۳۶ ھ)

حاشیہ تفسیر البیضاوی ۔

دیوہ ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے اور یہیں پلے بڑھے ۔ اپنے شہر کے اساتذہ سے علم حاصل کیا اور پھر لاہور گئے اور ملا عبدالسلام لاہوری کے ساتھ ٹھہرے ۔ اور انہی سے فقہ ، اصول فقہ اور علم کلام سیکھا ۔ حتی کہ اپنے ساتھیوں سے سبقت لے گئے ۔ ایک زمانے تک اپنے استاد کی طرح علمی کاموں میں مصروف رہے ۔ بےانتہاء ذہین تھے ۔ کچھ عرصے کے بعد شاہ جہان کے لشکر

میں افتاء کے عہدے پر مامور ہوئے ۔ آخر میں اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور لاہور (٦١) میں مستقل سکونت اختیار کی ۔

رسالہ قطبیہ میں عبداللہ بن عبدالحلی لکھتے ہیں کہ یہ عام علماء کے خلاف فتوے دیا کرتے تھے ۔ انھوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں :۔

١) حاشیہ علی شرح العقائد
٢) شرح منار الاصول
٣) حاشیہ علی الہدایہ
٤) شرح تہذیب المنطق اور
٥) حاشیہ البیضاوی وغیرہ مشہور تصانیف ہیں ۔

فاضل مصنف کی اکثر کتب تک رسائی نہیں ہو سکی ۔ ان کے حاشیہ البیضاوی کے بارے میں بھی کتب حوالہ خاموش ہیں ۔ البتہ ان کی اصول فقہ میں ،،حسامی ،، کی ایک شرح کا قلمی نسخہ جامعہ پنجاب میں محفوظ ہے ۔ جس کے بارے میں تفصیلی بحث پانچویں باب میں شامل ہے ۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (م ١٠٦٧ ھ)

حاشیہ البیضاوی ۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی جہانگیر اور شاہ جہان کے دور کے ایک بلند پایہ فاضل اور صاحب تصانیف عالم تھے وہ اپنی تصنیفات کی وجہ سے سارے عالم میں مشہور ہیں ۔ مغل دور میں سیالکوٹ کو

ایک علمی مرکز کا درجه حاصل تھا اور بہت سے طالب علم اپنی علمی پیــاس بجھانے کے لئے اس شہر کا رخ کیا کرتے تھے (۶۲)۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد کا نام شمس الدین تھا وہ ملا کمال کشمیری کے تلامذه میں سے تھے اور حدائق الحنفه کے بیان کے مطابـق انھـوں نے بہت سے بزرگوں سے اکتساب فیض کیا تھا ۔ بیان (۶۳) کیا جاتا ھے که شیخ عبدالحق دھلوی سے انھیں اجازت روایت حدیث حاصل تھی ۔

شیخ عبـدالله جان لاھـوری نے ملا عبدالحکیـم سیالکوٹـی کے صاحبزادے عبدالله اللبیب کے ذریعے سے سیالکوٹـی کی کتابـوں کی روایت کی ھے ۔ انھوں نے اپنی ساری عمر درس و تدریس میں صرف کی ۔

اکبر نے لاھـور میں جو مدرسه قائم کیا تھا ۔ ملا سیالکوٹی اس میں استاد تھے اور اس طرح وه ایک لمبے عرصے تک لاھور میں قیام پذیر رھے ۔ غالباً یہی وجه ھے که انھیں „ فاضل لاھوری " کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ھے ۔

انھیں صحیح معنی میں شہرت شاه جہان کے عہد میں میسر آئی ۔ جب وه دربار شاھی میں آتے جاتے تھے ۔ انھیں شاه جہان کے ھاں خاص مقام حـــاصل تھا اور انھیں دو بار سونے میں تلوایا گیا اور وه سونا انھیں بطـور عطیه دیدیا گیـا ۔ انھوں نے خوشحال زندگی گذاری ۔

شاه جہان کے دور میں بھی ملا عبدالحکیم سیالکوٹی لاھور میں تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رھے تھے ۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کا سارے ھندوستان میں فتوی تسلیم کیا جاتا تھا (۶۴)۔

ان کی وفات ۱۰٦۷ ھ میں ہوئی (٦٥)۔

تخلیقی کاموں ، حواشی اور شروح لکھنے میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو بلند مقام حاصل ہے ۔ وہ اسلامی علوم جیسے تفسیر ، علم کلام ، اصول فقہ ، فلسفہ ، منطق ، علم صرف اور بلاغت کے بہت بڑے فاضل تھے ۔ انھوں نے مذکورہ مضامین میں سے ہر ایک میں اپنی یادگار تصانیف چھوڑی ہیں ۔ ان میں اکثر اس وقت کی مقبول کتابوں کے حواشی ہیں ۔ ان کے بارے میں محمد صالح کمبوہ کا بیان ہے کہ انھوں نے بلند پایہ اساتذہ علم کی کتابوں پر پرمغز اور علمی حاشیے لکھے ۔ فاضل مصنف کی درج ذیل تصانیف ہمیں معلوم ہو سکی ہیں ۔

۱) حاشیہ تفسیر البیضاوی
۲) حاشیہ مقدمات تلویح
۳) حاشیہ مطول
۴) حاشیہ میر سید شریف
۵) حاشیہ شرح مواقف
٦) حاشیہ شرح عقائد تفتازانی
۷) حاشیہ خیالی
۸) حاشیہ شرح شمسیہ
۹) حاشیہ شرح المطالع
۱۰) حاشیہ شرح ملا صدرا
۱۱) حاشیہ عبدالغفور
۱۲) حاشیہ شرح العقائد دوانی
۱۳) حاشیہ شرح ہدایة الحکمہ

۱۴) حاشیه شرح حکمه العین
۱۵ ـ حاشیه مراح الارواح
۱۶) تکمله حاشیه عبدالغفور
۱۷) در ثمین

آخری دو کتابوں کا ذکر آزاد بلگرامی نے کیا ھے (۶۶)۔

۱۸) دلائل التجدید
۱۹) حاشیه شرح التهذیب
۲۰) القول المحیط
۲۱) حاشیه سیالکوٹی علی تصورات (۶۷)
۲۲) حاشیه الکشاف
۲۳) حاشیه الحسامی
۲۴) الرساله الخاقانیه
۲۵) زبدة الافکار (۶۸)
۲۶) الدرة الفریده فی تحقیق مسئله العلم

ان کی شروح اور حواشی بہت مقبول ہوئے اور درس نظامی کے اساتذہ آج تک ان کے حواشی و شروح سے استفادہ کر کے طلبا کو درس دیتے ھیں-ان کی تصانیف کے بارے میں صاحب سبحة المرجان نے لکھا ھے۔

„ له تصانیف غراء و اثره فی الام ـ رائجة فی دیار العرب و العجم .
(۶۹) ـ

عبداللّٰه بن عمر البیضاوی کی „ انوار التنزیل و اسرار لتاویل „ کو قرآن حکیم کی تفاسیر میں ایک بلند مقام حاصل ھے اگرچه یه قرآن حکیم کی مکمل تفسیر ھے تاھم بعض محققین کا خیال ھے که اس

میں بہت سے مسائل ایسے ھیں جن پر تفصیل سے بحث نہیں ھوئی ۔

اس کتاب کی اھمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاتا ھے کہ یہ عرصہ سے داخـل نصاب رھی ھے اور اب بھی برصغیر میں البیضاوی، جلالین اور کشاف تینوں کتابیں کسی نہ کسی صورت میں شامل نصاب ھیں اور انھیں اس خطہ میں بےانتہـا شہـرت حـاصل ھوئی ھے ۔ یہ کتابیں چونکہ اختصار کو ملحوظ رکھتے ھوئے لکھی گئی تھیں اس لئے پنجاب کے علماء نے ان تینوں پر حواشی لکھے . البیضاوی کی بہت سے لوگوں نے مختلف انداز میں تشریح کی ھے ۔ مگر ان سب میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ بہت اچھـا اور اھـم سمجھـا جاتا ھے ۔ اس کے بہت سے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ھیں ۔ اور یہ کتاب طبع بھی ھو چکی ھے ۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ میں مسلسل نمبر ۴۲ پر ھے ۔ نیز یہ کتاب دوسری بار ۱۹۷۵ ء میں کوئٹہ سے طبع ھو کر شائع ھو چکی ھے ۔

ملا صاحب کی یہ تصنیف تفسیر البیضاوی کے ابتدائی پونے دو پاروں کی تشریح ھے ۔ چونکہ یہی حصہ اھم مسائل سے متعلق ھے اور عموماً شامل نصاب رھـا ھے ۔ اس لئے ملا صاحب نے اس حصہ کی تشریح کو زیادہ ضروری سمجھا ۔ آخر میں انھوں نے اس کا اظہار کیا ھے کہ بعد میں وہ اپنا کام مکمل کریں گے لیکن مذکورہ حصے کے بعد غالباً وہ نہ لکھ سکے ۔ ان کی یہ شرح دوسرے پارے کے ثلث تک پہنچ کر ختم ھو جاتی ھے ۔

مصنف کا مقصد البیضاوی کی مشکلات کو حل کرنا ھے ۔ یہ بات بھی پیش نظر ھے کہ دوسروں کو اسے سمجھنے میں زیادہ آسانی ھو ۔

یہی وجہ ھے که انھوں نے البیضاوی کے چھوٹے چھوٹے جملوں اور کہیں کہیں پر مبہم تفسیر کی تشریح و توضیح پوری تفصیل سے کی ھے ۔ مصنف نے اس بات کی کوشش بھی کی ھے که وہ مشکل مقامات کو بھی حل کریں ۔ تاکه پڑھنے والے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

زبان و بیان اور لغت کی باریکیوں کا ذکر کیا ھے ۔ مشکل الفاظ اور مخصوص طرز ادا کی تشریح کی ھے ۔ بلاشبه اس میں وہ دوسرے شارحین پر بازی لے گئے ھیں ۔ ان کی تشریحی عبارتیں زیادہ آسان ھیں ۔ جن سے پڑھنے والے کو بغیر کسی الجھن کے بات سمجھنے میں مدد ملتی ھے ۔ قرآن مجید کی سب سے صحیح واضح اور اچھی تفسیر خود نبی صلی اللہ علیه وسلم نے اپنی زبان مبارک سے کی تھی ۔ ان کے صحابه نے کی تھی ۔ صحابه نے ان اقوال کو حفظ کر لیا تھا ۔ اور موقع محل کے مطابق انھیں کی روشنی میں عمل کرتے تھے ۔ قرآن کریم میں بہت سے ضروری مسائل کی طرف محض اشارے ملتے ھیں ۔ ان اشاروں کو سمجھنے کے لئے ھمیں احادیث کی طرح رجوع کرنا پڑتا ھے کیونکه نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم کے اقوال یا افعال سے آیات کی تشریح ہوتی ھے ۔ انھیں تمام نامور مفسرین کی طرح قاضی صاحب بھی اپنی تفسیر میں نقل کرتے ھیں ۔ اور ان سے آیتوں کی تفسیر زیادہ آسان ہو جاتی ھے ۔ صاحب حاشیه نے ان احادیث کے علاوہ کہیں کہیں اضافه کرتے ہوئے مزید حدیثیں بھی لکھ دی ھیں ۔ قاضی البیضاوی نے بعض جگہوں پر حدیث تو نقل کی ھے ۔ مگر سند بیان نہیں کی ھے اور نه ھی راوی کا نام لکھا ھے ۔ ملا سیالکوٹی نے اس کمی کو پورا کیا ھے ۔ اور راوی کا نام لکھ دیا ھے

جن روایتوں کی صحت پر شبہ ھے ان پر بھی بحث کی ھے ۔

قاضی البیضاوی نے قرآن حکیم کی آیت " و امنوا بما انزل مصدقا لما معکم " (۷۰) کی تفسیر بیان کرتے ھوئے آگے چل کر نبی اکــرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی ھے ۔ جس میں مذکور ھے کہ اگر موسی علیہ السلام زندہ ھوتے تو وہ بھی میرے دین کی اتباع کرتے ۔ تفسیر البیضاوی میں اس حدیث کا کوئی حوالـہ نہیں نقل کیا گیا ھے ۔ صاحب حاشیہ نے پورا واقعہ نقل کر کے اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی نقل کئے ھیں ۔

"والذی نفس محمد بیدہ لوبدء بکم موسی فاتبعوہ و ترکتمونی لضللتم سواء السبیل لوکان حیا و ادرک نبوتی لاتبعتنی (۷۱) ۔

اسی طرح سے اور بہت سے مقامات پر کیا ھے ۔ قاضی صاحب سے بعض مقامات کی تفسیر کرنا باقی رہ گئی ھے ۔ ملا عبدالحکیم ایسے مقامات پر " واعــلم ان المصنف رحمۃ اللہ تعالی لم یفسر " لکھ کر خود اس کی تفسیر بیان کرتے ھیں ۔

یہ حاشیہ ان کی علمی قابلیت کے ساتھ مذھبی معلومات پر عبور اور قرآن فہمی کی روشن دلیل ھے ۔ اس حاشیے کی وجہ سے ان کی بڑی شہرت ھوئی ۔ خلاصہ الاثر میں لکھا ھے ۔ " کہ علمائے ھند میں جو مرتبہ ان کا تھا وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ھوا " ۔ اس کتاب میں ان کے حاشیے کے متعلق لکھا ھے ۔ " کہ میں نے اسے دیکھا اور اس میں سے دقیق مباحث کا مطالعہ کیا ھے " (۷۲) ۔

البیضاوی پر جتنی شروح اور حواشی لکھے گئے ان میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ البیضاوی سب سے زیادہ مقبول اور متداول ھے یہ صرف سورہ الفاتحہ اور سورہ البقرہ کے بعض حصوں پر

مشتمل ھے چونکہ قاضی بیضاوی نے اپنا زور انھیں سورتوں میں دکھایا ھے ۔ اسی لئے ملا سیالکوٹی نے ان سورتوں کو منتخب کیا اور انھیں سورتوں پر حاشیہ کافی طویل بھی ھے انھوں نے اپنے حاشیہ میں اپنے گھرے مطالعے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ھے ۔

„ حل ان یکون شریعه لکل وارد وان یطلع علیه الا واحد بعد واحد ۔ فقلت لهم ایها الخلان الدینیه والاخوان الروحانیه انی انست نارا فی بوادی هذا الکتاب اتیکم منها یقص لعلکم تصطلون ‟ (۳)

اس کتاب کی تعریف علامه محبی نے ان الفاظ میں کی ھے ۔

حاشیه علی تفسیر البیضاوی علی بعض سوره البقره رایتها و طالعت فیها ابحاثا دقیقه (۴) ۔

ملا عبدالحکیم کا حاشیہ بڑا پرمغز اور کثیر الفوائد ھے البیضاوی نے جن فنون کے سہارے یہ تفسیر مرتب کی تھی ملا سیالکوٹی نے ان تمام علوم و فنون پر مہارت حاصل کرنے کے بعد ان میں خود اضافہ کر کے یہ حاشیہ لکھا اور اسکی افادیت کو دو چند کر دیا ۔ اس کے بعض فوائد یہ ھیں ۔

۱ ۔ قواعد صرف و نحو کی بحثیں کھول کر بیان کیں اور ان کی مشکلات حل کیں ۔

۲ ۔ نامانوس اور مشکل مفردات کی لغوی تشریحات کیں (۵) اور اس سلسلے میں فارسی سے بھی استفادہ کیا ھے ۔

۳ ۔ علامه البیضاوی کی بعض عبارات بڑی مغلق اور دقیق ھیں جو بآسانی سمجھ میں نہیں آتیں ۔ سیالکوٹی نے ایسی عبارات کی بہت عمدہ تشریح کی ھے ۔

۴ ۔ تفسیر میں وارد شدہ احادیث کی تخریج کی ھے اور ان پر

جرح و تعدیل کر کے آئمۂ فن کی آراء سے ان کا ضعف اور ثقاهت ثابت کی هے -

۵ - قاضی بیضاوی کے شافعی نقطه نظر کے مقابلے میں حنفی نقطه نظر پیش کیا هے اور اس کے دلائل بھی لکھ دیئے هیں -

٦ - تصوف کے نکات کی صوفیه کے نقطه نظر سے وضاحت کی هے -

۷ - کلامی بحثوں پر دقیق اور مفید اضافے کئے هیں -

۸ - بیضاوی نے علوم قرآنیه پر سیر حاصل بحث نهیں کی جبکه علامه سیالکوٹی نے اس کمی کو پورا کر دیا هے -

۹ - قاضی بیضاوی پر الزام هے که وه زمخشری کے خوشه چین هیں - لیکن علامه سیالکوٹی نے دونوں کا تقابل کر کے بیضاوی کی برتری کی نشاندهی کی هے -

(٦۷) حاجی خلیفه نے اسی حاشیه کے بارے میں لکھا هے -

وهی احسن الحواشی مقبولة عندالعلماء

جناب ڈاکٹر امین الله وثیر نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقاله میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حاشیه کشاف زمخشری کا بھی ذکر کیا ان کے الفاظ هیں -

the field on the commentary of the Holy Quran the translation of Mulla Abd al Hakim is glosses on Zamakhshari's of which a manuscript copy is preserved in Rampur and which has not been published so far.

جس سے اندازه هوتا هے که ملا سیالکوٹی کا دائره علم اس قدر وسیع تھا که انهوں نے صرف تفسیر کے موضوع پر دو تصانیف یادگار چھوڑی هیں -

ذیل میں چند اقتباسات ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حاشیه البیضاوی سے پیش کئے جاتے هیں - تاکه اس کی افادیت اور اهمیت

واضح هو جائے۔

مصنف کا نام۔

یقول الضعیف المسکین عبدالحکیم بن شمس الدین ستر اللہ بعیوب نفسه و حصل نفسه خبیرا من نفسه (۷۸)

قاضی کا ذکر۔

ان التفسیر المحقق و البحر المدقق المسمی ۔ " انوار التنزیل " لامام الهمام قدوة العلماء الاسلام ۔ سلطان المحققین ۔ و برهان المدققین القاضی ناصر الدین عبداللہ البیضاوی قد استمر العلماء بحل مشکلاة ۔ واسهر الاذکیاء اهدافهم لفتح مغلقاة الدالة لو جازالعبارات و احتواه علی الاشارات ۔ حل ان یکون شریعة لکل وارد ۔ وان یطلع علیه واحد بعد واحد ۔

فقلت لهم ایها الخلان الدینیة والاخوان الروحانیه انی انست نارا فی بوادی هذا الکتاب اتیکم منها بقبس لعلکم تصطلون فاستکشفوا منی بعض خطأفیه ۔فعرضت لهم ماورد فی قلبی عند درسه ۔ من حل یفید برد قلوب الابصار ۔ وزیادات دفعت الظفره منها لذوی الاعتبار (۷۹) ۔

انتساب

مبلغ قاضی الامالی بالتوکل فی کل حال ۔ خلیفه اللہ فی الارضین ۔ غیاث الاسلام و المسلمین ذی الشوکة العزیز المؤید ۔ بجنود الاله ابو المظفر شهاب الدین محمد شاہ جهاں بادشاہ المتخلق بخلق الربانی ۔ الملقب بصاحب القرآن الثانی (۸۰)۔

مذکورہ بالا حقائق سے زیر نظر حاشیه کے کوائف کھل کر سامنے آ جاتے هیں ۔ که یه ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تصنیف هے ۔

قاضی ناصر الدین البیضاوی کی تفسیر کا حاشیہ ھے ۔ اور اس میں بہت سے مسائل سے بحث کی گئی ھے ۔ اور اس حاشیے کا انتساب مشہور مغل فرمانروا شاہ جہاں کی طرف کیا گیا ھے ۔

حاجی محمد سعید (معاصر عبدالحکیم سیالکوٹی)

حاشیہ تفسیر البیضاوی

آپ اپنے وقت کے بڑے فاضل،متورع اور عالی مشرب انسان تھے زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی اور اس میں بھی علم دین کی شمع کو روشن رکھا ۔ سرکاری ملازمت پسند نہیں کرتے تھے ۔ انکے والد سرکاری ملازم تھے اسلئے انکے گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے ۔ اپنے فرائض پوری دیانتداری سے ادا کرتے تھے ۔ آپ کی پوشاک بڑی سادہ ھوتی تھی ۔ غربت میں تحصیل علم کیا پھر جو کچھ سیکھا اسکا فیض دوسروں تک پہنچایا ۔

باپ کے ترکہ سے فریضہ حج ادا کیا-واپس آ کر لاھور میں مسند درس پر بیٹھے ۔ تھوڑے ھی عرصہ میں انکی شہرت دور دور تک پھیل گئی ۔ جب آپ کی شہرت شاہ جہان تک پہنچی تو اس نے آپ کو اپنے ھاں آنے کی دعوت دی ۔ مگر آپ نے وھان جانا پسند نہ کیا شاہ جہان نے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور ملا سعداللہ کو آپکی خدمت میں بھیجا ۔ انھوں نے اپنا پورا اثر و رسوخ استعمال کیا اور سرکاری ملازمت اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ۔ مگر آپ نے ملازمت کی پابندیوں میں گرفتار ھونا پسند نہ کیا اور آزادانہ طور پر

درس دیتے رہے ۔

آپ نے البیضاوی کے چند اجزاء پر حاشیہ لکھا ۔

متداول تذکرے آپکی ولادت اور وفات کے بارے میں خاموش ھیں تاھم مذکورہ واقعہ سے پتہ چلتا ھے کہ آپ دور شاہ شاھجہان میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے معاصر تھے تذکرے آپکے حاشیہ کے بارے میں بھی خاموش ھیں اور مولانا علم الدین سالک مرحوم کے علاوہ اور کہیں بھی آپ کا تذکرہ نہیں مل سکا ۔

محمد شریف بن ملا عصمت اللہ (م ۱۰۷۰ ھ کے بعد)

حاشیہ البیضاوی ۔

مولانا محمد شریف لاھور کے والد ملا عصمت اللہ بہت بڑے عالم فاضل تھے ۔ انھوں نے لاھور میں سلسلہ درس و تدریس شروع کیا ۔ تو ان کے درس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی ۔

مولانا محمد شریف نے نوعمری میں البیضاوی پر حاشیہ لکھا تھا جسے بڑی مقبولیت حاصل ھوئی تھی ۔

ان کی وفات ۱۰۷۰ / ۱٦۵۹ میں ھوئی (۸۲) ۔

فاضل مفسر کے حالات یا ان کے تصنیف کردہ حاشیہ البیضاوی کے بارے میں متداول تذکرے خاموش ھیں ۔ مذکورہ بالا معلومات کے علاوہ کچھ اور معلوم نہیں ھو سکا ۔

نعمت الله بن عظمت الله (م ١٠٧٠ هـ کے بعد)

تفسیر القرآن علی منہج الجلالین ـ

مفسر اور مصنف نعمت الله بن عظمت الله بن عطاء الله النـار تولوی ثم الفیروز آبادی اپنے دور کے بلند پایه عـالم تھے انھوں نے تفسیر کے میدان میں دو کتابیں یادگار چھوڑی ھیں ـ ان کے حالات کے بارے میں معلومات کتب حواله میں نہیں مل سکیں ـ

اس مفسر کی دونـوں تفاسیر کا ذکر علامه عبدالحئی نے کیا ھے اور ان کے علاوه کسی اور کتاب میں نه مصنف کے بارے میں اور نه ھی ان کی تفاسیر کے بارے میں کچھ معـلوم ھو سکا ـ

١ ـ تفسیر القرآن علی منہج الجلالین ـ جیسا که نام سے ظاھر ھے یه تفسیر مشہور درسـی کـتـاب « جلالیـن » کے طریقـه پر اختصار کو ملحوظ رکھتے ھوئے لکھی گئی ـ جلالین چونـکه بہت مختصر ھے اسلئے قرین قیاس ھے که یه تفسیر بھی اختصار سے لکھی گئی ھو گی ـ

٢ ـ تفسیر جہانگیری ـ یه تفسیر جہانگیر بادشاه کے لئے لکھی گئی تھی ـ اور ١٠٧٠ هـ میں مکمل ھوئی ـ اسی لئے تفسیر جہانگیری کے نام سے موســوم ھوئی ـ

تفسیر جہانگیری کی تکمیل ١٠٧٠ هـ میں ھوئـی ـ اس لئے واضح ھے که فاضل مفسر اس سال تک زنده رھے اور ان کی وفات اس سن کے بعد ھی واقع ھوئی ـ

مذکوره دونوں تفسیروں کے ناموں کے علاوه کچھ اور معلوم نہیں ھو سکا ـ

ملاّ بدخشی لاهوری (م ۱۰۷۲ ھ)

تفسیر شاہ ـ

اس نامور مصنف اور مفسر کی تاریخ پیدائش معاصرانہ یا بعد کے تذکروں میں نہیں ملتی ـ تاہم یہ امر تحقیق سے ثابت ہے کہ آپ کی پیدائش بدخشاں میں ہوئی اسی وجہ سے آپ بدخشی کہلائے ـ ملا عبدالمجید لاہوری لکھتے ہیں ـ

„ ملاّ بدخشی . . . . . . از بدخشاں بہ لاہور آمدہ بہ ارادت سایہ دریائی اسرار الٰہی سایہ بیداری حقائق نامتناہی میاں میر یافت و برکات صحبت نور آگینش منازل و مقامات صوفیہ میبود (۸۴) « ـ

ملا بدخشی کی لاہور آمد اور یہاں مصروفیات کے بارے میں محمد صالح کمبوہ کا بیان اس طرح ہے ـ

„ لا جرم در حیات والدین طلب علوم مشغول گردیدہ ـ بعد از کسب علوم رسمی و اخذ فنون عقلی و نقلی ـ و اکتساب علم فن توحید سالک مسلک طریق شدہ پیوستہ دریں مطلب اصلی می بود چون در مدرسہ در ہیچ باب در کشود ـ و از ہیچ راہ فتوحی او ننمود بہ تحریک سابق ناپید و تحریک قائد توثیق در سال ہزار و بیت و سنۃ (۱۰۲۳ ھ) براہ ہندوستان پیش گرفتہ بہ مجرد رسیدن لاہور خود را بہ منزل شیخ الطائفہ میاں میر رسانیدہ بدریافت ملازمت آن حضرت استفادہ یافت « (۸۵) ـ

عمل صالح کے مصنف نے اس کے بارے میں مزید معلومات مہیا کرتے ہوئے بتایا ہے آپ اکیس سال کی عمر تک موضع „ ارکسا « (۸٦) میں مقیم رہے ـ پھر حصول علم کے لئے بلخ گئے وہاں سے علوم میں

مہارت حاصل کر کے عازم ہندوستان ہوئے اور ہندوستان میں سب سے پہلے کشمیر گئے ۔ آپ کا مولد اور وطن موضع " ارکسا " ہے جو بلدہ استاق کا ایک گاؤں ہے۔ استاق مملکت بدخشاں میں ایک تابع مقام کا نام ہے جس کی وضاحت خود بدخشی نے اپنے اشعار میں کی ہے ۔

آپ کے دادا کا نام مولانا عبدی بن مولانا سلطان علی بن حضرت قاضی فتح اللہ تھا ۔ آپ کے اسلاف میں سے ہر ایک قاضی کے لقب سے ملقب تھا ۔ لیکن ان میں سے کسی نے قاضی کے فرائض سر انجام نہیں دیئے تھے ۔ بلکہ ہمیشہ ان کا پیشہ رضا و تسلیم رہا ۔

آپ کی والدہ کا نام حضرت بی بی خاتون تھا وہ عارفہ کاملہ اور رابعہ دہر تھیں۔لیکن اس دنیا سے رحلت فرما چکی تھیں ۔ مولانا بدخشی کے دو بھائی اور ایک بہن تھی دونوں بھائی نیک محمد اور ملا سلطان علی ہیں ۔ دونوں بھی معرفت الٰہی کے حصول کے لئے ہندوستان آئے تھے۔ حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر رہے پھر حضرت میاں میر کے حکم سے اپنے وطن واپس چلے گئے ۔

ملا بدخشی لاہور ہی میں مقیم رہے اور یہیں انہوں نے رحلت فرمائی ۔ آپ کی وفات کے بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے ۔ ۱۰٦۹ اور ۱۰۷۰ آپ کے سنین وفات بیان ہوئے ہیں ۔ اس اختلاف کے بارے میں محمد صالح کمبوہ کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ محمد صالح کے الفاظ یہ ہیں ۔

" نام فرجام روزگار (ملا شاہ) تابستان در کشمیر و زمستان در لاہور بسر بردہ در سال ہزار و ہفتاد (۱۰۷۰) سفر بالا اختیار نمود " (۸۲) ۔

آپ کا انتقال لاہور میں ہوا تھا اور آپ کا مزار کوچہ سیداں

بازار نادر علی شاہ میاں مسیر کالونی میں اب تک زیارت گاہ خواص و عوام ھے۔

آپ کی باقیات میں تین ضخیم جلدون کی شکل میں بانکی پور کے کتب خانہ میں محفوظ ھیں (۸۸)۔

ان تینوں جلدوں میں سے پہلی جلد „ شاہ تفسیر " یا „ تفسیر شاہ " کے عنوان کے تحت درج ھے جو قرآن کی بہت سی سورتوں کی عربی زبان میں تفسیر پر مشتمل ھے (۸۹)۔ یہ تفسیری مواد ۱۰۵٦ میں تحریر ھوا اس مجموعہ میں درج ذیل عناوین شامل ھیں۔

۱) تفسیر سورہ الفاتحہ

۲) تفسیر سورہ البقرہ

۳) تفسیر سورہ یوسف

پہلی دونوں تفسیروں کی زبان عربی ھے جبکہ تفسیر سورہ یوسف فارسی زبان میں ھے (۹۰)۔ ریاض الشعراء میں ھے کہ شاہ جھان ان سے ملتا تھا اور ان کی گفتگو سے محظوظ ھوتا تھا۔ شاہ جھان کا بیٹا دارا شکوہ اور بیٹی جھان آرا ان کے مرید تھے۔ بڑے عارف متقی اور پرھیزگار بزرگ تھے۔ حقائق و معارف سے متعلق ان کی چند تصانیف کا ذکر بھی ملتا ھے۔

انھوں نے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی جو مکمل نہ ھو سکی اور وہ تفسیر عجیب و غریب ھے اس تفسیر میں تصوف کے نئے نئے نکات بیان ھوئے ھیں چنانچہ اس میں انھوں نے یہ کہا ھے کہ اللہ تعالی کا قول . . . „ ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم " (۹۱) . . . . اولیا اللہ کے بارے میں ھے۔ جس کا مطلب یہ ھے کہ اولیأ کے دلوں پر مہر لگا دی ھے۔ تاکہ اس میں شیطانی خیالات اور

نفسانی وسوسے داخل نہ ہوں۔

اس صوفیانہ رنگ کی تفسیر کی اتنی ہی عبارت نزہۃ الخواطر ص ۱۶۴ جلد ۵ میں ملتی ہے۔ اگر یہ تفسیر کسی اور جگہ مل جاتی تو اندازہ ہوتا کہ مزید کون کون سی انوکھی اور نئی باتیں پیش کی گئی ہیں۔ اس آیت کی یہ تفسیر محض انکے یہاں ملتی ہے۔ کسی اور مفسر نے یہ تفسیری نکات نہیں بیان کئے اور نہ ہی اس قسم کی توجیہ کی ہے۔ اگر یہ تفسیر مکمل ہو گئی ہوتی تو واقعی عجیب و غریب ہوتی۔ بہت سے نئے انداز بیان اور طرز فکر سامنے آتے۔ ۱۰۷۲ ھ (۹۲) میں ان کا انتقال ہوا اور تفسیر مکمل نہ ہو سکی۔

کتب متداولہ میں انکی مذکورہ تفسیر کے بارے میں اس سے زیادہ معلومات میسر نہیں آ سکیں۔

حوالہ جات

۱۔ لسان العرب ج ۵۔ ص ۵۵
۲۔ مقدمہ تفسیر حقانی ص ۱۱۱
۳۔ تاریخ ادبیات پاکستان و ہند ج ۲۔ ص ۱۲۲
۴۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۲۳
۵۔ زبید احمد ص ۳۵
۶۔ فہرست کتب خانہ برلن شمارہ ۸۷۶
۷۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۳۸
۸۔ ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفاسیر ص ۱۸
۹۔ بروکلمان ج ۲۔ ص ۲۲۰ ذیل ج ۲۔ ص۔ ۲۲
۱۰۔ زبید احمد۔ حاشیہ ص ۲۷۰
۱۱۔ معجم المولفین ج ۲۔ ص ۲۳۵
۱۲۔ نزہۃ الخواطر ج ۳۔ ص ۲۲۳
۱۳ اخبار الاخیار ص ۲۰۳

۱۴ ـ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۳۸
۱۵ ـ نزہۃ الخواطر ج ۴ ـ ص ۲۲۴
۱۶ ـ نزہۃ الخواطر ج ۴ ـ ص ۲۲۳
۱۷ ـ اخبار الاخیار ص ۲۰۳ ـ ۲۰۶
۱۸ ـ ہندوستانی مفسرین اور ان کی تفاسیر ص ۴۴
۱۹ ـ معارج الولایۃ ج ۲ ـ ص ۲۸۷ ـ بحوالہ ہندوستانی مفسرین ص ۴۳ ـ ۴۹
۲۰ ـ اخبار الاخیار ـ ص ۲۰۲
۲۱ ـ ملفوظات عزیزیہ ص ۹۷ ـ بحوالہ ہندوستانی مفسرین ص ۴۴
۲۲ ـ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ج ۲ ـ ص ۳۰۹
۲۳ ـ منتخب التواریخ ج ۳ ـ ص ۵۳
۲۴ ـ نقوش لاہور نمبر ۴۶۲
۲۵ ـ نزہۃ الخواطر ج ۳ ـ ص ۱۲۴
۲۶ ـ منتخب التوأریخ ج ۳ ـ ص ۵۴
۲۷ ـ نزہۃ الخواطر ج ۳ ـ ص ۱۲۴
۲۸ ـ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ص ۱۵۹
۲۹ ـ الاعلام ج ۵ ـ ص ۳۷۵
۳۰ ـ مآثر ص ۱۹۹
۳۱ ـ منتخب التوأریخ ج ۳ ـ ص ۲۹۹
۳۲ ـ دربار اکبری ص ۴۳۰
۳۳ ـ شعرالعجم ج ۳ ـ ص ۵۲ ـ ۵۵
۳۴ ـ منتخب التوأریخ ج ۳ ـ ص ۳۹۲
۳۵ ـ شعر العجم ج ۳ ـ ص ۴۸
۳۶ ـ حیات عبدالحق ص ۳۵۲
۳۷ ـ نزہۃ الخواطر ج ـ ص
۳۸ ـ سواطع الا لہام ص ۲
۳۹ ـ زبدۃ المقامات ص ۱۳۲
۴۰ ـ نقوش لاہور نمبر ص ۴۶۰
۴۱ ـ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ج ۲ ـ ص ۲۸۰
۴۲ ـ الاعلام ـ ج ۵ ص ۳۷۵
۴۳ ـ معجم المولفین ج ۸ ص ۸۶
۴۴ ـ اعلام ج ۹ ـ ص ۳۰۰
۴۵ ـ معجم المولفین ج ۱۳ ـ ص ۱۲۲ ـ ۱۲۳
۴۶ ـ منتخب التواریخ ص ۴۶۰ ـ ۴۶۱

۴۷ ـ رود کوثر ص ۲۳۵ ـ ۲۵۲

۴۸ ـ نزهة الخواطر ج ۵ ـ ص ۴۲۵ ـ ۴۲۷

۴۹ ـ تذکره علمائے هند ترجمه ایوب قادری ص ۵۳۲

۵۰ ـ کیلیانواله ضلع گوجرانواله میں ایک قصبه هے جس میں هائی سکول وغیره موجود هے یه اهل علم کا مرکز رها هے اسی قصبه کے ایک کاتب ابو عبدالله محمد امام الدین گذرے هیں انهوں نے قرآن حکیم میں لکھی جانے والی بسمله کو ۱۱۴ انداز سے لکھا هے قرآن حکیم کا یه مطبوعه نسخه اداره تحقیقات اسلامی کے دارالنوادر میں محفوظ هے جسکی کتابت ۱۳۲۰ ـ ۱۹۰۳ میں مکمل هوئی تھی ـ

۵۱ ـ بروکلمان ذیل ج ۱ ـ ص ۵۳۴

۵۲ ـ فهرست مخطوطات عربی انڈیا آفس لائبریری شماره نمبر ۱۱۱۹

۵۳ ـ مخطوطه شرح البرده ورق ۱۲۰ لباب معارف العلمیه مسلسل شماره نمبر ۱۱۲۱

۵۴ ـ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۷۴ شماره خصوصی صد ساله تقریبات ص ۱۹۱ ـ ۲۰۰

۵۵ ـ تاریخ ادبیات پاکستان و هند ج ۲ ـ ص ۲۹۲

۵۶ ـ نزهة الخواطر ج ۵ ـ ص ۷۰

۵۷ ـ مآثر الکرام ص ۲۳۶

۵۸ ـ هندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں ـ ص ۱۸۳

۵۹ ـ سوره البقره آیة ۱۷۷

۶۰ ـ طبقات اکبری ج ۲ ـ ص ۳۶۹

۶۱ ـ مآثر الکرام ص ۳۳۵

۶۲ ـ Punjab under the Sultans P. 10

۶۳ ـ حدائق الحنفیه ص ۳۱۳

۶۴ ـ مقاله برائے ڈاکتریٹ جناب ڈاکٹر امین الله و ثیر ص ۳۹

۶۵ ـ تذکره علمائے هند ص ۱۱۰ ـ ۱۱۱

۶۶ ـ مآثر الکرام ص ۲۱۵

۶۷ ـ زبید احمد ص ۳۳۰ اور ۳۷۰

۶۸ ـ بروکلمان ذیل ج ۲ ـ ص ۶۱۴

۶۹ ـ سبحة المرجان فی آثار هندوستان ص ۶۶

۷۰ ـ سورة البقره آیت ۳۰

۷۱ ـ سنن دارمی ص ۳۳۲

۷۲ ـ خلاصه الاثر ج ۲ ـ ص ۳۱۸

۷۳ ـ حاشیه البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۲

۷۴ ـ خلاصه الاثر ج ۲ ـ ص ۳۱۸

۷۵ ـ حاشیه البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۹

۷۶ ـ کشف الظنون ج ۳ ـ ص ۲۲۵
۷۷ ـ ڈاکٹر امین اللہ وثیر ص ۹۰ (مقالہ برائے ڈاکٹریٹ)
۷۸ ـ حاشیہ البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۲
۷۹ ـ حاشیہ البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۱۲
۸۰ ـ حاشیہ البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۳
۸۱ ـ نقوش لاہور نمبر ص ۵۱۶
۸۲ ـ نقوش لاہور نمبر ص ۵۱۷
۸۳ ـ الثقافة الاسلامیة فی الهند ص ۱۵۸
۸۴ ـ بادشاہ نامہ ج ۲ ـ ص ۲۳۳ (طبع کلکتہ)
۸۵ ـ عمل صالح ج ۳ ـ ص ۳۷۰ ـ ۳۷۱
۸۶ ـ " ارکسا " کی بدخشی نے اس طرح وضاحت کی ہے " ملک من از ملکہا ملک بدخشاں آمد ـ از بلاد از روستان از قراء از ارکسا " ـ
۸۷ ـ عمل صالح ج ۳ ـ ص ۳۷۰
۸۸ ـ فہرست عربی مخطوطات بانکی پور ج ۳ ـ ص ۱۱۲ ـ ۱۱۶
۸۹ ـ تاثیر معنوی ایران در پاکستان ص ۳۳ ـ ۳۴
۹۰ ـ اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۳۷ ء
۹۱ ـ سورة البقرہ آیت ۷
۹۲ ـ نزهة الخواطر ج ۵ ص ۱۶۴